برأة ابی حنیفہؒ



مولانا مفتی علی معاویہ بہاری
(فاضل مدرسہ انوار العلوم شیرانوالہ باغ، گوجرانوالہ)

ناشر
احسان خان مکان نمبر C124 بلاک بہاری کالونی گوجرانوالہ

براءۃ ابی حنیفہؒ

حصہ اول

مؤلف

مولانا مفتی علی معاویہ بہاری

(فاضل مدرسہ انوار العلوم شیرانوالہ باغ، گوجرانوالہ)

ناشر

احسان خان

مکان نمبر C124 بلاک بہاری کالونی گوجرانوالہ

0332-8573411، 0343-4863345

نام کتاب	براۃ ابی حنیفہؒ
مصنف	مفتی علی معاویہ بہاری
تعداد	ایک سو(100)
تاریخ طبع اول	16-10-2023
قیمت	
ناشر	احسان خان

ملنے کا پتہ

احسان خان

مکان نمبر C124 بلاک بہاری کالونی گوجرانوالہ

0343-4863345 ،0332-8573411

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض مرتب

غیر مقلدین کی طرف سے ایک کتاب امام ابو حنیفہ کے خلاف شائع ہوئی ہے اس کا نام ''الصحیفة من کلام ائمة الجرح والتعدیل علی ابی حنیفة'' ہے اس کے مؤلف ابو محمد خرم شہزاد ہیں 23x36/16 کے 135 صفحات پر مشتمل ہے۔ مؤلف نے 59 ائمہ کے اقوال جمع کیے ہیں جن میں امام ابو حنیفہ پر اعتراضات کیے گئے ہیں۔ ہم نے اپنے اس رسالہ میں یہ بتایا ہے کہ ان اعتراضات کے جوابات پہلے سے دیئے جا چکے ہیں۔

ناظرین آپ صرف ایک یہ ہی کتاب دیکھ لیں ہماری بات کی تصدیق ہو جائے گی وہ کتاب ہے ''الکلمات الشریفة والمنارة المنیفة فی تنزیه ابی حنیفة من الاقوال السخیفة التی نشرها الواعی فی تسوید الصحیفة'' مصنف شیخ محمد بن احمد عاموہ یمنی یہ کتاب عربی میں تھی اس کا اردو ترجمہ بھی ہو چکا ہے اور امام اعظم ابو حنیفہ پر اقوال جرح وتعدیل کا تحقیقی و منصفانہ جائزہ نامی کتاب کی پہلی دو جلدوں میں شائع ہوا ہے تفصیل وہاں پر دیکھ لیں۔ یہاں پر ہم نے صرف نشان دہی کی ہے۔ اس حصہ کو اجمالی جواب تصور کر لیا جائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) امام ایوب سختیانی

صاحب صحیفۃ نے ص ۵۴، ۵۵ میں ان کے دو اعتراض نقل کیے ہیں

(۱) ان دونوں اعتراضوں کا جواب الکلمات الشریفہ اردو ج ۲ ص ۱۵۵ تا ۱۵۹ میں دیا گیا ہے۔

(۲) الموسوعة الحديثيه ج ۳ ص ۶۴ میں بھی دیا گیا ہے۔

(۲) ابو اسحاق الفزاری

صاحب صحیفہ نے ص ۵۶ تا ۵۸ میں ان کے تین اعتراض نقل کیے ہیں۔

(۱) ان کا جواب، الکلمات الشریفہ اردو ج ۲ ص ۱۲۳ تا ۱۳۷ میں دیا گیا ہے

(۲) الموسوعة الحديثيه ج ۳ ص ۷ میں بھی دیا گیا ہے۔

(۳) امام اوزاعی

صاحب صحیفہ نے ص ۵۸ تا ۶۳ میں ان کے سات اعتراض نقل کیے ہیں۔

ان کا جواب، الکلمات الشریفہ اردو ج ۲ ص ۹۲ تا ۹۶ میں دیا گیا ہے

(۴) ابو بکر بن عیاش

صاحب صحیفہ نے ص ۶۳ تا ۶۵ میں ان کے دو اعتراض نقل کیے ہیں۔

(۱) ان کا جواب، الکلمات الشریفہ اردو ج ۲ ص ۳۵۰ میں دیا گیا ہے

(۲) الموسوعة الحديثيه ج ۳ ص ۴۲۰ میں بھی دیا گیا ہے۔

(۵) امام احمد بن حنبل

صاحب صحیفہ نے ص ۶۵ تا ۶۶ میں ان کے تین اعتراض نقل کیے ہیں۔

(۱) ان کا جواب، الکلمات الشریفہ اردو ج ۲ ص ۱۴۹ میں دیا گیا ہے

(۲) الموسوعة الحديثيه ج ۳ ص ۱۳۱ میں بھی دیا گیا ہے۔

(۶) عبداللہ بن عون

صاحب صحیفہ نے ص ۶۶ تا ۶۷ میں ان کے دو اعتراض نقل کیے ہیں۔

(۱) ان کا جواب، الکلمات الشریفہ اردو ج ۲ ص ۷۱ تا ۷۴ میں دیا گیا ہے

(۲) الموسوعة الحديثيه ج ۳ ص ۶۸ میں بھی دیا گیا ہے۔

(۷) امام ابوعوانہ

صاحب صحیفہ نے ص ۶۷ تا ۶۸ میں ان کا ایک اعتراض نقل کیا ہے۔

(۱) اس کا جواب، الکلمات الشریفہ اردو ج ۲ ص ۳۳۶ تا ۳۳۹ میں دیا گیا ہے

(۲) الموسوعة الحديثيه ج ۳ ص ۴۲ میں بھی دیا گیا ہے۔

(۸) امام ابوزرعہ رازی

صاحب صحیفہ نے ص ۶۸ تا ۶۹ میں ان کا ایک اعتراض نقل کیا ہے۔

اس کا جواب، الکلمات الشریفہ اردو ج ۲ ص ۱۹۵ تا ۱۹۷ میں دیا گیا ہے۔

(۹) ابواسحاق ابراہیم بن یعقوب الجوزجانی

صاحب صحیفہ نے ص ۶۹ میں ان کا ایک اعتراض نقل کیا ہے۔

(۱) اس کا جواب، الکلمات الشریفہ اردو ج ۲ ص ۱۳۷ تا ۱۴۰ میں دیا گیا ہے۔

(۲) الموسوعة الحديثيه ج ۲ ص ۲۷۹ میں بھی دیا گیا ہے۔

(۱۰) ابوقطن عمرو بن الہیثم

صاحب صحیفہ نے ص ۶۹ میں ان کا ایک اعتراض نقل کیا ہے۔

اس کا جواب، الکلمات الشریفہ اردو ج ۲ ص ۲۴۱ تا ۲۴۲ میں دیا گیا ہے۔

(۱۱) ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن یزید المقری

صاحب صحیفہ نے ص ۷۰ میں ان کا ایک اعتراض نقل کیا ہے۔

(۱) اس کا جواب، الکلمات الشریفہ اردو ج ۲ ص ۸۵ تا ۸۸ میں دیا گیا ہے۔

(۲) الموسوعة الحديثيه ج ۳ ص ۲۶ میں بھی دیا گیا ہے۔

(۱۲) امام ابن کثیر

(ولادت ۷۰۰ھ، المتوفی ۷۷۴ھ)

صاحب صحیفہ نے ص ۷۰ تا ۷۱ میں ان کا ایک اعتراض نقل کیا ہے۔

(۱) اس کا جواب تفسیر ابن کثیر اردو، ج ۱ ص ۲۶۸ مطبوعہ ناشران قرآن لمیٹڈ لاہور میں دیا گیا ہے جہاں پر اعتراض ہے وہاں پر علامہ انظر شاہ کشمیری نے حاشیہ میں دے دیا ہے۔

دوسرا جواب آفتاب محمدی بجواب شمع محمدی ج ۱ ص ۲۰۹، مسئلہ نمبر ۳۳ میں دیا گیا ہے۔

(۱۳)ابن حبان

صاحب صحیفہ نے ص ۷۱ تا ۷۲ میں ان کی ایک عبارت نقل کی ہے اس میں کئی اعتراض ہیں۔

(۱)ان کا جواب، الکلمات الشریفہ اردو ج ۲ ص ۲۸۲ تا ۳۱۳ میں دیا گیا ہے۔

(۲)المسوعة الحدیثیه ج ۲ ص ۲۸۴ میں بھی دیا گیا ہے۔

(۱۴)امام بخاری

صاحب صحیفہ نے ص ۷۲ تا ۷۳ میں ان کی دو عبارتیں نقل کی ہیں۔

(۱)ان کا جواب، الکلمات الشریفہ اردو ج ۲ ص ۲۶۲ تا ۲۸۲ میں دیا گیا ہے۔

(۲)المسوعة الحدیثیه ج ۲ ص ۲۷۰ میں بھی دیا گیا ہے۔

(۱۵)امام ابی حاتم الرازی

صاحب صحیفہ نے ص ۷۳ میں ان کا ایک اعتراض نقل کیا ہے۔

اس کا جواب امام اعظم ابوحنیفہ پر اقوال جرح وتعدیل کا تحقیقی ومنصفانہ جائزہ ج ۴ ص ۳۲۸ میں دیا گیا ہے۔

(۱۶)امام ابوبکر بن ابی شیبہ

صاحب صحیفہ نے ص ۷۴ تا ۷۵ میں ابن ابی شیبہ کے ۱۲۵ مسائل کا ذکر کیا ہے اور ان میں سے چار مسائل نقل بھی فرمائے ہیں۔

ان کا جواب، الکلمات الشریفہ اردو ج ۲ ص ۸۳ میں دیا گیا ہے۔

(۱۷)ابو یوسف قاضی

صاحب صحیفہ نے ص ۷۵ میں ان کا ایک اعتراض نقل کیا ہے۔

(۱)اس کا جواب، الکلمات الشریفہ اردو ج ۲ ص ۳۵۰ تا ۳۵۶ میں دیا گیا ہے۔

(۲)المسوعة الحدیثیه ج ۳ ص ۴۲۴ میں بھی دیا گیا ہے۔

(۱۸)امام ترمذی

صاحب صحیفہ نے ص ۷۵، ۷۶ میں ان کا ایک اعتراض نقل کیا ہے۔

اس کا جواب انکشاف حقیقت مصنف حضرت مولانا عبد القدوس قارن نائب شیخ الحدیث مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں دیا گیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں ص ۲۲۴ تا ۲۲۷۔

(۱۹)ابن عدی

صاحب صحیفہ نے ص ۷٦ میں ان کا ایک اعتراض نقل کیا ہے۔

(۱)اس کا جواب الکلمات الشریفہ اردو ج ۲ص ۱۷ میں دیا گیا ہے۔

(۲)المسوعة الحدیثیه ج ۲ص ۲۸۲ میں بھی دیا گیا ہے۔

(۲۰)خطیب بغدادی

صاحب صحیفہ نے ص ۷٦ میں ان کا ایک اعتراض نقل کیا ہے۔

(۱)اس کا جواب الکلمات الشریفہ اردو ج ۲ص ۱۴۴تا ۱۴۵میں دیا گیا ہے۔

(۲)المسوعة الحدیثیه ج ۳ص ۲۹۸ میں بھی دیا گیا ہے۔

(۲۱)امام ابن عبدالبر

صاحب صحیفہ نے ص ۷٦تا ۷۷ میں ان کی ایک عبارت نقل کی ہے۔

اس کا تفصیلی جواب برأۃ ابی حنیفہ حصہ دوم میں آرہا ہے۔ویسے علامہ ابن عبدالبر نے امام صاحب کے متعلق اپنی مشہور زمانہ کتاب الانتقاء فی فضائل الائمة الثلاثة الفقہاء اور آپ کی دوسری کتاب بیان العلم وفضلہ میں امام صاحب کے متعلق جو کچھ آپ کی شان میں بیان کردیا ہے اصول جرح وتعدیل کو سامنے رکھتے ہوئے اس اعتراض کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہتی۔

(۲۲)امام ابن حزم

صاحب صحیفہ نے ص ۷۷ میں ان کا ایک اعتراض نقل کیا ہے۔

اس کا جواب حصہ دوم میں آرہا ہے۔

(۲۳)امام بشر بن ابی الازھر نیشاپوری

صاحب صحیفہ نے ص ۷۷۔۷۸ میں ان کا ایک اعتراض نقل کیا ہے۔

اس کا جواب برأۃ نعمان ص ۱۴ میں دیا گیا ہے۔

(۲۴)حماد بن سلمہ

صاحب صحیفہ نے ص ۷۸تا ۸۱ میں ان کے پانچ اعتراض نقل کیے ہیں۔

ان کا جواب الکلمات الشریفہ اردو ج ۲ص ۱۷۲تا ۱۷۴میں دیا گیا ہے۔

(۲۵) حماد بن زید

صاحب صحیفہ نے ص ۸۲ تا ۸۳ میں ان کے دو اعتراض نقل کیے ہیں۔
ان کا جواب الکلمات الشریفہ اردو ج ۲ ص ۱۷۰ تا ۱۷۱ میں دیا گیا ہے۔
(۲) الموسوعة الحديثيه ج ۳ ص ۱۸ میں بھی دیا گیا ہے۔

(۲۶) حسن بن صالح

صاحب صحیفہ نے ص ۸۳ تا ۸۴ میں ان کا ایک اعتراض نقل کیا ہے۔
اس کا جواب الکلمات الشریفہ اردو ج ۲ ص ۱۶۵ تا ۱۶۶ میں دیا گیا ہے۔

(۲۷) حفص بن غیاث

صاحب صحیفہ نے ص ۸۴ میں ان کا ایک اعتراض نقل کیا ہے۔
(۱) اس کا جواب الکلمات الشریفہ اردو ج ۲ ص ۱۶۸ تا ۱۷۰ میں دیا گیا ہے۔
(۲) الموسوعة الحديثيه ج ۳ ص ۹۷ میں بھی دیا گیا ہے۔

(۲۸) حجاج بن ارطاة

صاحب صحیفہ نے ص ۸۵ میں ان کا ایک اعتراض نقل کیا ہے۔
اس کا جواب برأة ابی حنیفہ حصہ دوم میں آرہا ہے۔

(۲۹) رقبہ بن مصقلہ

صاحب صحیفہ نے ص ۸۵ تا ۸۶ میں ان کا ایک اعتراض نقل کیا ہے۔
(۱) اس کا جواب الکلمات الشریفہ اردو ج ۲ ص ۱۷۴ تا ۱۷۷ میں دیا گیا ہے۔
(۲) الموسوعة الحديثيه ج ۳ ص ۹۷ میں بھی دیا گیا ہے۔

(۳۰) امام دار قطنی

صاحب صحیفہ نے ص ۸۶ میں ان کا ایک اعتراض نقل کیا ہے۔
(۱) اس کا جواب الکلمات الشریفہ اردو ج ۲ ص ۲۱۰ تا ۲۱۴ میں دیا گیا ہے۔
(۲) الموسوعة الحديثيه ج ۲ ص ۲۷۷ میں بھی دیا گیا ہے۔

(۳۱) امام سفیان ثوری

صاحب صحیفہ نے ص ۸۶ تا ۹۱ میں ان کے پانچ اعتراض نقل کیے ہیں۔

(۱)ان کا جواب الکلمات الشریفہ اردو ج ۲ص ۱۷۸تا ۱۸۳ میں دیا گیا ہے۔
(۲)المسوعة الحدیثیه ج ۲ص ۳۶۵ میں بھی دیا گیا ہے۔

(۳۲)امام سفیان بن عیینہ

صاحب صحیفہ نے ص۹۱ تا ۹۵ میں ان کے پانچ اعتراض نقل کیے ہیں۔
(۱)ان کا جواب الکلمات الشریفہ اردو ج ۲ص ۱۸۳تا ۱۸۴ میں دیا گیا ہے۔
(۲)المسوعة الحدیثیه ج ۲ص ۳۹۳ میں بھی دیا گیا ہے۔

(۳۳)سعید بن ابی عروبہ

صحیح نام سعید بن عبدالعزیز التنوخی ہے
صاحب صحیفہ نے ص۹۶ تا ۹۷ میں ان کے دو اعتراض نقل کیے ہیں۔
(۱)ان کا جواب الکلمات الشریفہ اردو ج ۲ص ۱۷۷ میں دیا گیا ہے۔
(۲)اس کا جواب براۃ نعمان ص ۱۳ میں بھی دیا گیا ہے۔

(۳۴)مسلمہ بن عمرو القاضی

صاحب صحیفہ نے ص ۹۸ میں ان کا ایک اعتراض نقل کیا ہے۔
اس کا جواب الکلمات الشریفہ اردو ج ۲ص ۱۸۴تا ۱۸۶ میں دیا گیا ہے۔

(۳۵)سلیمان بن حرب

صاحب صحیفہ نے ص ۹۸ تا ۹۹ میں ان کا ایک اعتراض نقل کیا ہے۔
اس کا جواب الکلمات الشریفہ اردو ج ۲ص ۱۸۶تا ۱۸۹ میں دیا گیا ہے۔

(۳۶)شریک بن عبداللہ

صاحب صحیفہ نے ص ۹۹ تا ۱۰۱ میں ان کے چار اعتراض نقل کیے ہیں۔
(۱)ان کا جواب الکلمات الشریفہ اردو ج ۲ص ۱۹۲تا ۱۹۴ میں دیا گیا ہے۔
(۲)المسوعة الحدیثیه ج ۳ص ۳ میں بھی دیا گیا ہے۔

(۳۷)شعبہ بن حجاج

صاحب صحیفہ نے ص ۱۰۱ تا ۱۰۲ میں ان کا ایک اعتراض نقل کیا ہے۔
اس کا جواب الکلمات الشریفہ اردو ج ۲ص ۱۹۴تا ۱۹۵ میں دیا گیا ہے۔

(۳۸) امام شافعی

صاحب صحیفہ نے ص ۱۰۲ تا ۱۰۵ میں ان کے تین اعتراض نقل کیے ہیں۔

(۱) ان کا جواب الکلمات الشریفہ اردو ج ۲ ص ۲۶۲ میں دیا گیا ہے۔

(۲) المسوعة الحديثيه ج ۳ ص ۸۵ میں بھی دیا گیا ہے۔

(۳۹) علی بن عاصم

صاحب صحیفہ نے ص ۱۰۵ میں ان کا ایک اعتراض نقل کیا ہے۔

(۱) اس کا جواب الکلمات الشریفہ اردو ج ۲ ص ۲۰۶ تا ۲۱۰ میں دیا گیا ہے۔

(۲) المسوعة الحديثيه ج ۳ ص ۱۷ میں بھی دیا گیا ہے۔

(۴۰) علی بن مدینی

صاحب صحیفہ نے ص ۱۰۵ تا ۱۰۶ میں ان کا ایک اعتراض نقل کیا ہے۔

اس کا جواب امام اعظم ابوحنیفہ اور مصنفین صحاح ستہ ص ۲۹ میں دیا گیا ہے۔

(۴۱) عبداللہ بن مبارک

صاحب صحیفہ نے ص ۱۰۶ تا ۱۱۲ میں ان کے سات اعتراض نقل کیے ہیں۔

(۱) ان کا جواب الکلمات الشریفہ اردو ج ۲ ص ۷۴ تا ۸۳ میں دیا گیا ہے۔

(۲) المسوعة الحديثيه ج ۲ ص ۳۳۹ میں بھی دیا گیا ہے۔

(۴۲) عبداللہ بن ابی داؤد

صاحب صحیفہ نے ص ۱۱۲ میں ان کا ایک اعتراض نقل کیا ہے۔

اس کا جواب الکلمات الشریفہ اردو ج ۲ ص ۷ ۳ تا ۷۰ میں دیا گیا ہے۔

(۴۳) عبداللہ بن زبیر الحمیدی

صاحب صحیفہ نے ص ۱۱۳ تا ۱۱۵ میں ان کے تین اعتراض نقل کیے ہیں۔

ان کا جواب الکلمات الشریفہ اردو ج ۲ ص ۲۷ تا ۳۷ میں دیا گیا ہے۔

(۴۴) عبداللہ بن نمیر

صاحب صحیفہ نے ص ۱۱۶ میں ان کا ایک اعتراض نقل کیا ہے۔

اس کا جواب الکلمات الشریفہ اردو ج ۲ ص ۸۴ تا ۸۵ میں دیا گیا ہے۔

(۴۵) عبدالرزاق

صاحب صحیفہ نے ص ۱۱۶ تا ۱۱۷ میں ان کا ایک اعتراض نقل کیا ہے۔

(۱) اس کا جواب المسوعة الحدیثیه ج ۳ ص ۹۸ میں دیا گیا ہے۔

(۲) کتاب السنہ پر ایک نظر ص ۱۹ تا ۴۷ میں دیا گیا ہے۔

(۳) براۃ ابی حنیفہ حصہ دوم میں بھی آرہا ہے۔

(۴۶) عبدالرحمٰن بن مہدی

صاحب صحیفہ نے ص ۱۱۷ میں ان کا ایک اعتراض نقل کیا ہے۔

(۱) اس کا جواب الکلمات الشریفہ اردو ج ۲ ص ۹۷ تا ۹۸ میں دیا گیا ہے۔

(۲) المسوعة الحدیثیه ج ۲ ص ۳۳۶ میں بھی دیا گیا ہے۔

(۴۷) عمرو بن علی

صاحب صحیفہ نے ص ۱۱۷ تا ۱۱۸ میں ان کا ایک اعتراض نقل کیا ہے۔

اس کا جواب امام اعظم ابوحنیفہ اور خطیب بغدادی ص ۱۶ و ص ۱۷ میں دیا گیا ہے۔

(۴۸) عثمان بتی

صاحب صحیفہ نے ص ۱۸۸ میں ان کا ایک اعتراض نقل کیا ہے۔

اس کا جواب کتاب السنہ پر ایک نظر ص ۱۷۸ میں دیا گیا ہے۔

(۴۹) عبدالوارث بن سعید

صاحب صحیفہ نے ص ۱۱۸ تا ۱۱۹ میں ان کا ایک اعتراض نقل کیا ہے۔

اس کا ذکر الکلمات الشریفہ ج ۲ ص ۱۹۵ میں کیا گیا ہے وہاں پر دیکھیں۔

تفصیلی جواب حصہ دوم میں بھی آرہا ہے۔

(۵۰) امام فضیل بن عیاض۔

صاحب صحیفہ نے ص ۱۱۹ تا ۱۲۰ میں ان کا ایک اعتراض نقل کیا ہے۔

اس کا جواب الانتقاء ابن عبدالبر مترجم ص ۳۱۹، ۳۲۰، حاشیہ میں دیا گیا ہے۔

اور تفصیلی جواب حصہ دوم میں بھی آرہا ہے۔

(۵۱) امام مالک

صاحب صحیفہ نے ص ۱۲۰ تا ۱۲۲ میں ان کے چار اعتراض نقل کیے ہیں۔

(۱) ان کا جواب الکلمات الشریفہ اردو ج ۲ ص ۲۴۴ تا ۲۴۷ میں دیا گیا ہے۔

(۲) الموسوعة الحدیثیه ج ۲ ص ۴۰۵ میں بھی دیا گیا ہے۔

(۵۲) محمد بن سعد

صاحب صحیفہ نے ص ۱۲۳ میں ان کا ایک اعتراض نقل کیا ہے۔

(۱) اس کا جواب الکلمات الشریفہ اردو ج ۲ ص ۳۱۳ تا ۳۱۵ میں دیا گیا ہے۔

(۲) الموسوعة الحدیثیه ج ۲ ص ۲٦۸ میں بھی دیا گیا ہے۔

(۵۳) محمد بن نصر المروزی

صاحب صحیفہ نے ص ۱۲۳ میں ان کا ایک اعتراض نقل کیا ہے۔

اس کا جواب حصہ دوم میں آرہا ہے۔

(۵۴) امام مسلم

صاحب صحیفہ نے ص ۱۲۳ تا ۱۲۴ میں ان کا ایک اعتراض نقل کیا ہے۔

(۱) اس کا جواب الکلمات الشریفہ اردو ج ۲ ص ۳۱۵ تا ۳۳۰ میں دیا گیا ہے۔

(۲) الموسوعة الحدیثیه ج ۲ ص ۲۷۳ میں بھی دیا گیا ہے۔

(۵۵) امام نسائی

صاحب صحیفہ نے ص ۱۲۴ میں ان کا ایک اعتراض نقل کیا ہے۔

(۱) اس کا جواب الکلمات الشریفہ اردو ج ۲ ص ۱۴۰ تا ۱۴۴ میں دیا گیا ہے۔

(۲) الموسوعة الحدیثیه ج ۲ ص ۲۷۳ میں بھی دیا گیا ہے۔

(۵٦) ہشیم بن بشیر الواسطی

صاحب صحیفہ نے ص ۱۲۴ تا ۱۲۵ میں ان کا ایک اعتراض نقل کیا ہے۔

اس کا جواب الکلمات الشریفہ اردو ج ۲ ص ۳۳۵ تا ۳۳٦ میں دیا گیا ہے۔

(۵۷)وکیع بن جراح

صاحب صحیفہ نے ص ۱۲۵ تا ۱۲۶ میں ان کا ایک اعتراض نقل کیا ہے۔

(۱)اس کا جواب الکلمات الشریفہ اردو ج ۲ ص ۳۳۹ تا ۳۴۴ میں دیا گیا ہے۔

(۲)المسوعة الحديثيه ج ۲ ص ۳۱۸ میں بھی دیا گیا ہے۔

(۵۸)امام یحییٰ بن معین

صاحب صحیفہ نے ص ۱۲۶ تا ۱۲۷ میں ان کے دو اعتراض نقل کیے ہیں۔

(۱)ان کا جواب الکلمات الشریفہ اردو ج ۲ ص ۳۴۵ تا ۳۴۸ میں دیا گیا ہے۔

(۲)المسوعة الحديثيه ج ۲ ص ۳۰۳ میں بھی دیا گیا ہے۔

(۵۹)یوسف بن اسباط

صاحب صحیفہ نے ص ۱۲۷ تا ۱۲۹ میں ان کے دو اعتراض نقل کیے ہیں۔

(۱)ان دونوں کا جواب کتاب السنہ پر ایک نظر ص ۲۱۲

(۲)المسوعة الحديثيه ج ۳ ص ۵۵ میں دیا گیا ہے۔

(۳)اور امام ابوحنیفہ پر اعتراضات کا علمی تجزیہ ص ۴۰ میں دیا گیا ہے۔

نوٹ:

امام ابوحنیفہ کے دفاع میں مندرجہ ذیل کتابیں دیکھیں:

(۱)مقام ابی حنیفہ (۲)امام ابوحنیفہ اور علم حدیث (۳)امام ابوحنیفہ کا مقام محدثین کی نظر میں (۴)امام ابوحنیفہ سے مروی بعض احادیث کی تحقیق (۵)امام ابوحنیفہ پر اعتراضات کے جوابات (۶)امام ابوحنیفہ پر اعتراضات کا علمی جائزہ (۷)امام اعظم ابوحنیفہ اور حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ (۸)امام اعظم ابوحنیفہ کا محدثانہ مقام (۹) تلامذہ امام اعظم ابوحنیفہ کا محدثانہ مقام (۱۰) ثنائیات ابی حنیفہ (۱۱) روایات ابی حنیفہ (۱۲) دفاع ابی حنیفہ (۱۳) کتاب السنہ پر ایک نظر (۱۴)امام ابوحنیفہ کا عادلانہ دفاع، یہ کتاب خطیب بغدادی کے اعتراضات کے جوابات پر مشتمل ہے۔ (۱۵)امام اعظم ابوحنیفہ اور ابن ابی حاتم رازی۔

براۃ ابی حنیفہؒ

حصہ دوم

مؤلف

مولانا مفتی علی معاویہ بہاری
(فاضل مدرسہ انوار العلوم شیرانوالہ باغ، گوجرانوالہ)

ناشر
احسان خان
مکان نمبر C124 بلاک بہاری کالونی گوجرانوالہ
0343-4863345،0332-8573411

فہرست مضامین



نوٹ ضروری:

یہ رسالہ جو آپ کے ہاتھوں میں ہے یہ براءۃ ابی حنیفہؒ کا حصہ دوم ہے اس میں 19 اعتراضوں کا جواب دیا گیا ہے۔ اس حصہ میں میرا ارادہ تو صرف امام بخاریؒ کے ایک اعتراض کا جواب دینے کا تھا جو آپ نے اپنے رسالہ جزء القراءۃ میں نقل کیا ہے۔ جب امام بخاریؒ کے اعتراض سے فارغ ہوا تو میں نے سوچا کہ جن اعتراضوں کے جواب اس کے علاوہ تیار ہو چکے ہیں وہ بھی اس میں شائع کر دیے جائیں۔ بقایا حصہ سوم میں آ جائیں گے ان شاء اللہ

از

علی معاویہ بہاری

اعتراض نمبر ا:

امام ایوب سختیانی

(ولادت ۶۸ھ، المتوفی ۱۳۱ھ)

حدثنی محمد بن عبد الله المخرمی، حدثنا سعید بن عامر قال: سمعت سلام ابن أبی مطیع یقول کنت مع أیوب السختیانی فی المسجد الحرام فرأه أبو حنیفة فاقبل نحوه، فلما رأه أیوب قال لأصحابه: قوموا لا یعدنا بجربه، قوموا لا یعدنا بجربه. (اسناد صحیح) (کتاب السنة جلد اول، ص ۱۸۸، ۱۸۹) اخرجه ابو زرعه الدمشقی تاریخ دمشق جلد اول، ص ۵۰۳) ویعقوب بن سفیان الفارسی فی المعرفة والتاریخ جلد۲، ص ۷۹۱، خطیب فی تاریخ بغداد جلد ۱۳، ص ٤۱۷)

ترجمہ: امام سلام بن ابی مطیع سے روایت ہے کہ امام ایوب مسجد حرام میں بیٹھے تھے تو ابوحنیفہ کو اپنے طرف آتے دیکھا امام ایوب نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ یہاں سے چل دو یہ شخص اپنی خارش سے ہمیں بھی خارش زدہ کردے گا۔

(الصحیفة من کلام أئمة الجرح والتعدیل علی ابی حنیفه ص٥٤)

جواب:

اس قول کی سند میں ایک راوی سعید بن عامر الضبعی البصری ابومحمد ہے۔ اس کے متعلق علامہ زاہد الکوثریؒ فرماتے ہیں۔ اس کی حدیث میں کچھ غلطیاں ہوتی تھیں جیسا کہ ابن ابی حاتم نے کہا ہے۔ (تانیب الخطیب اردو ترجمہ ص ۲۶۸)

اس قول کی سند کا دوسرا راوی سلام بن ابی مطیع ہے۔

علامہ کوثریؒ اس کے متعلق فرماتے ہیں:

ابن حبانؒ نے کہا کہ جب یہ روایت میں اکیلا ہو تو اس کو دلیل بنانا جائز نہیں ہے۔

اور حاکمؒ نے کہا: کہ غفلت اور کمزور حافظہ کی طرف اس کی نسبت کی گئی ہے۔

(تانیب الخطیب اردو ترجمہ، ص ۲۶۸)

اعتراض نمبر۲:

شیخ الاسلام امام ابو سحاق الفزاری

(متوفی ۱۸۵ھ)

حدثنی محمد بن هارون حدثنا ابو صالح قال سمعت الفزاری

وحدثنی إبراهیم بن سعید، نا أبو توبة عن أبی إسحاق الفزاری قال: أبو حنیفة یقول: إیمان إبلیس وإیمان أبی بکر الصدیق رضی الله عنه واحد، قال أبو بکر یا رب، وقال إبلیس: یا رب. (اسناده صحیح) (کتاب السنه جلد اول، ص ۲۱۹، اخرجه یعقوب بن سفیان جلد۲، ص ۷۸۸، ۷۸۹، وخطیب فی تاریخ بغداد جلد ۱۳، ص ۳۷۶)

ترجمہ: ابواسحاق الفزاری نے کہا کہ ابوحنیفہ کہتا تھا کہ ابلیس کا ایمان اور ابوبکر صدیقؓ کا ایمان ایک برابر ہے (نعوذ باللہ) ابوبکر صدیقؓ یارب کہتا ہے اور ابلیس بھی یارب کہتا ہے۔
(الصحیفة من کلام ائمة الجرح والتعدیل علی ابی حنیفة، ص ۵۶)

جواب:

اولاً یہ امام ابوحنیفہؒ کے مخالفین کی کارستانی ہے۔ یہ بات کسی صحیح سند کے ساتھ امام صاحبؒ سے مروی نہیں ہے۔

ثانیاً: اس قول کی سند میں ایک راوی ابواسحاق الفزاری ہے جس کے بارے میں ابن سعدؒ نے الطبقات الکبریٰ میں کہا ہے کہ وہ حدیث میں اکثر غلطی کرتا تھا اور ابن قتیبہؒ نے المعارف میں کہا ہے کہ بہت غلطیاں کرتا تھا۔

ثالثاً: ابواسحاق الفرازی امام صاحبؒ کے بارے میں زبان درازیاں کرتا تھا اُس کی وجہ

یہ تھی کہ اس کے بھائی نے ابراہیم کی وزارت کے خلاف فتویٰ دیا تھا جو کہ منصور کے زمانے میں عہدہ دار تھا۔ تو وہ لڑائی میں قتل کر دیا گیا تو الفرازی نے اس ابراہیم کے شیخ امام ابوحنیفہؒ کے خلاف جہالت کی وجہ سے زبان درازی شروع کر دی جیسا کہ اس کی تفصیل ابن ابی حاتمؒ کی الجرح والتعدیل کے مقدمہ میں ہے۔ (ترجمہ تانیب الخطیب صفحہ ۱۳۵، ملخصاً)

اعتراض نمبر ۳:

شیخ الاسلام امام اوزاعیؒ

(ولادت ۸۸ھ، متوفی ۱۵۷ھ)

حدثنی ابو الفضل الخراسانی، حدثنا سریج بن النعمان عن حجاج بن محمد قال: بلغنی عن الاوزاعی انه قال: ابو حنیفة ضیع الاصول واقبل علی القیاس. (اسناد صحیح) (کتاب السنة، جلد اول، ص ۱۸۶)

ترجمہ: امام اوزاعی نے کہا ابوحنیفہ نے اصولوں کو چھوڑ دیا اور قیاس کی طرف مائل ہوا۔

جواب:

امام اوزاعیؒ تو امام ابوحنیفہؒ کی تعریف کرتے تھے۔

(۱) چنانچہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر اپنی تالیف ''مقام ابی حنیفہ'' میں لکھتے ہیں:

کہ امام اوزاعیؒ اور عمریؒ دونوں فرماتے ہیں کہ:

ھو من أعلم الناس بعظلات المسائل بحوالہ مناقب کردری، ج ۱، ص ۹۰، و **تبیض الصحیفہ** ص ۲۸، کہ امام ابوحنیفہ پیچیدہ مسائل کو سب لوگوں سے زیادہ جانتے ہیں۔ (مقام ابی حنیفہ ص ۷۸)

ظاہر ہے ایسا شخص کبھی امام صاحبؒ پر غلط الزام نہیں لگا سکتا جو امام صاحبؒ کو اعلم الناس

سمجھتا ہو۔

چونکہ اس اعتراض میں یہ بات باور کرانے کی کوشش کی گئی ہے کہ اصول دین اور چیز ہے اور قیاس کوئی الگ چیز ہے جس کا اصول دین کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے اس لیے سب سے پہلے یہ ثابت کرنا ضروری ہے کہ قیاس بھی اصول دین ہی کہلاتا ہے اور اصول فقہ کا چوتھا ماخذ ہے اور یہ بھی قرآن وسنت سے ہی ثابت ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب کا صرف اتنا ہی قصور ہے کہ انہوں نے اسے اجتہاد کے طور پر استعمال کیا ہے۔ لہٰذا ہم اپنے ناظرین کرام کے سامنے قیاس کے اثبات، اُس کے دلیل و حجت ہونے پر اجمالاً چند دلائل پیش کر رہے ہیں۔

قیاس کی شرعی حیثیت اور اثبات قیاس کے دلائل

پہلی آیت:

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ (الحشر:۲)

ترجمہ: اے عقل والو اعبرت حاصل کرو۔

یہاں اعتبار بمعنی قیاس کے ہے۔ عربی میں اعتبار الشئ بشئ اس وقت بولا جاتا ہے۔ جب اس پر قیاس کیا جائے۔

دوسری آیت:

وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ (الحشر:۲۱)

اور ان مثالوں کو ہم ان لوگوں کے نفع کے لیے بیان کرتے ہیں تا کہ وہ سوچیں۔

تیسری آیت:

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ (النساء:۵۹)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم اللہ کا کہنا مانو اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کہنا مانو اور تم میں جو

لوگ اہل امر ہیں (ان کا کہنا بھی مانو) پھر اگر اُن کے درمیان کسی امر میں اختلاف ہو تو اُس امر کو کتاب اللہ اور سنت رسول کی طرف لوٹاؤ۔

امام فخر الدین رازیؒ اور علامہ آلوسیؒ کی تصریحات کے مطابق آیت مذکورہ میں اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ سے حجیت اجماع اور فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ ...الخ سے حجیت قیاس کی طرف اشارہ ہے۔ اگر اس آیت کے ان دو اجزاء سے بھی وہی مراد لیں جو پہلے دو اجزاء میں بیان ہو چکی ہیں تو پھر بے فائدہ تکرار لازم آجائے گا۔ تو لامحالہ حجیت اجماع اور حجیت قیاس ہی مراد ہو گا۔ (تفسیر کبیر روح المعانی)

چوتھی آیت:

فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ (الاسراء:۲۳)

ترجمہ! اور والدین کو اُف نہ کرو۔

اس آیت کی مراد قیاس کئے بغیر حاصل ہی نہیں ہو سکتی کہ جب والدین کو اف تک کہنا حرام ہے تو زدوکوب کرنا بدرجہ اولیٰ حرام ہو گا۔

حدیث معاذ بن جبلؓ:

حجیت قیاس پر جناب شارع علیہ السلام اور آپ کے صحابہ کرامؓ سے اس قدر آثار مروی ہیں کہ معنوی طور پر وہ حد تواتر کو پہنچے ہوئے ہیں ہم یہاں اولاً حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی مشہور حدیث بطور استدلال درج کرتے ہیں۔ جو قولی حیثیت سے قیاس ورائے کی حجت ہونے پر نص قطعی ہے۔

اسی حدیث کے بارے میں علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں:

وهذا الحديث في المسند والسنن باسناد جيد كما هو عقود في موضوعه. (تفسیر ابن کثیر جلد ۱ ص ۳)

کہ یہ حدیث سند اور سنن میں جید اور کھری سند کے ساتھ مروی ہے۔ جس کی تحقیق اپنے مقام پر ثابت شدہ ہے۔

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجنا چاہا تو تو آپؐ نے حضرت معاذ سے دریافت فرمایا: بما تقضی یا معاذ اے معاذ تم کس چیز کے ساتھ فیصلہ کرو گے حضرت معاذ نے جواباً عرض کیا ''بکتاب اللہ'' کہ اللہ کی کتاب کے ساتھ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ''فان لم تجد فی کتاب اللہ'' اگر وہ مسئلہ تم کتاب اللہ میں نہ پاؤ (تو کیا کرو گے) تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ''فبسنة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید ارشاد فرمایا: فان لم تجد فی سنة رسول اللہ کہ اگر تم وہ مسئلہ سنت رسول میں بھی نہ پاؤ؟ تب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔

اجتهد برائی اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ یہ سن کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوئے اور زبان رسالت سے ارشاد فرمایا:

الحمد لله الذی وفق رسول رسوله بما یرضی رسوله.

(ابوداؤد، ترمذی، دارمی، مشکوۃ شریف)

کہ خدا کا شکر ہے کہ اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کو وہ توفیق عطا فرمائی جس کو اُس کا رسول پسند کرتا ہے۔

اور حضرت معاذ بن جبل ہی کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اعلمهم بالحلال والحرام معاذ بن جبل.

قرآن وحدیث کے ان دلائل سے قیاس کرنے کا ثبوت ملتا ہے اگر امام صاحبؒ نے

قیاس کیا ہے تو کوئی غلط کام نہیں کیا لہٰذا یہ اعتراض غلط ہے امام صاحبؒ نے کہیں بھی قرآن و حدیث کے خلاف قیاس نہیں کیا۔

اعتراض نمبر۴:

امام ابوبکر بن عیاش

(ولادت ۱۰۶ھ، متوفی ۱۹۳ھ)

حدثني هارون بن سفيان، حدثني أسود بن سالم قال: كنت مع أبي بكر بن عياش في مسجد بني أسيد مما يلي القبلة فسأله رجل عن مسألة فقال رجل: قال أبو حنيفة كذا و كذا، فقال أبو بكر بن عياش سود الله وجه أبي حنيفة ووجه من يقول بهذا. (اسناد حسن) (كتاب السنة، جلد اول، ص ۲۲۲، اخرجه خطيب تاريخ بغداد جلد ۱۳، ص ٤٣٥، بسلسله صحيح عن عباس بن صالح عن اسود بنحوه)

ترجمہ: اسود بن سالم نے کہا میں ابوبکر بن عیاش کے ساتھ بنی اسید کی مسجد میں تھا پس ایک آدمی نے مسئلے کے بارے میں ان سے (ابوبکر بن عیاش سے) پوچھا پس اس آدمی نے کہا کہ ابوحنیفہ ایسے ایسے کہتا ہے (اس مسئلے میں) تو امام ابوبکر بن عیاش نے کہا کہ اللہ ابو حنیفہ کا چہرہ سیاہ کرے اور اس آدمی کا چہرہ بھی جو اس کے ساتھ کہتا ہے (یعنی ابوحنیفہ کے اس مسئلے کے مطابق)

(الصحيفة من كلام ائمة الجرح والتعديل على ابى حنيفة، ص ٦٣)

جواب:

ابوبکر بن عیاشؒ نے امام ابوحنیفہؒ کی تعریف بھی کی ہے ہم یہاں پر ان کے چند تعریفی اقوال نقل کرتے ہیں۔

(۱) صدر الائمہ امام موفق بن احمد مکی المتوفی ۵۷۸ھ لکھتے ہیں:

ابو بکر بن عیاشؒ فرماتے ہیں امام ابو حنیفہؒ اپنے زمانہ کے تمام فقہاء اور علماء سے افضل اور اعلیٰ ہیں۔ (مناقب امام اعظمؒ اردو، ص ۳۱۸)

(۲) حافظ الدین محمد بن محمد کردریؒ لکھتے ہیں: ابو بکر بن عیاشؒ فرماتے ہیں: میں نے محمد بن السائب الکلبی سے بارہا سنا ہے کہ ابو حنیفہ خدا کی رحمت ہیں۔ (مناقب کردری، ص ۲۵)

(۳) علامہ ابن عبد البر مالکیؒ المتوفی ۴۶۳ھ نے امام ابو بکر بن عیاشؒ کو امام ابو حنیفہؒ کے مداحین میں ذکر کیا ہے۔ دیکھئے: (الانتقاء)

(۴) حافظ شمس الدین محمد بن یوسف الصالحی دمشقی ؒ المتوفی ۹۴۲ھ نے اپنی کتاب **عقود الجمان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفة النعمان** کے ص ۱۲۰ پر ابو بکر بن عیاشؒ کو امام ابو حنیفہؒ کے شاگردوں میں شمار کیا ہے۔

ناظرین آپ نے دیکھ لیا کہ ابو بکر بن عیاشؒ تو آپ کی تعریف کر رہے ہیں ایک قول میں فرما رہے ہیں کہ آپ اپنے زمانہ کے تمام علماء فقہا سے افضل ہیں دوسرے قول میں فرما رہے ہیں کہ خدا کی رحمت ہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک شخص اپنے استاذ کے حق میں ایسی بددعا کرے یا پھر دونوں قسم کے قولوں میں یہ تطبیق دی جا سکتی ہے کہ بددعا والا قول شاگرد بننے سے پہلے کا ہو پھر آپ نے رجوع کر لیا ہو۔

دوسرا جواب:

اس قول میں نہ تو اس آدمی کا نام موجود ہے کہ وہ کون ہے اور کیسا ہے ثقہ ہے ضعیف ہے اس کا کوئی اتا پتہ نہیں ایسے شخص کو مجہول کہتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ اس آدمی نے امام ابو حنیفہ کی بات نہیں بتائی کہ وہ کیا ہے جس کی وجہ سے ابو بکر بن عیاشؒ نے آپ کو یہ بددعا دی جب بات کا ہی پتہ نہیں تو کسی کو برا بھلا کہنا اور اس کو بددعا دینا کوئی اچھا کام نہیں ہے۔

اعتراض نمبر۵:

امام ابوعون عبداللہ بن عون
(متوفی ۱۵۱ھ)

حدثنی محمود بن غیلان، حدثنا مؤمل قال: حدثنا عمرو بن قیس شریك الربیع قال: سمعت ابن عون یقول: ما ولد فی الاسلام مولود اشأم من أبی حنیفة وکیف تاخذون دینکم عن رجل قد خذل فی عظیم دینه (اسناده حسن) (کتاب السنة جلد اول، ص ۱۸۹، اخرجه خطیب فی تاریخ بغداد جلد ۱۳، ص ۴۲۰)

ترجمہ: امام ابن عون نے کہا اسلام میں ابوحنیفہ سے زیادہ کوئی شخص بد بخت انسان پیدا نہیں ہوا اور تم لوگ ایسے آدمی سے کس طرح اپنے دین کو لیتے ہو جو اپنے دین کے بڑے حصے میں رسوا ہوا۔(الصحیفة من کلام ائمة الجرح والتعدیل علی ابی حنیفة، ص ۶۷)

جواب:

اس قول کی سند میں ایک راوی مؤمل بن اسماعیل ہے۔اس کے متعلق میزان الاعتدال میں لکھا ہے۔

مؤمل بن اسماعیل یخطئ کثیر الخطاء قال البخاری منکر الحدیث وقال ابو زرعة فی حدیثه خطاء کثیر. (میزان الاعتدال ج ۴،ص ۲۲۸)

بہت زیادہ غلطیاں کرتا ہے۔امام بخاری نے فرمایا یہ منکر الحدیث ہے اور ابوزرعہ نے کہا اس کی حدیث میں بہت غلطی ہے۔

اعتراض نمبر۶:

امام ابوعوانہ
(المتوفی ۱۷۶ھ)

حدثنی إبراهیم، حدثنا أبو سلمة عن أبی عوانة قال: سئل أبو حنیفة عن

الاشربة فما سئل عن شیء إلا قال لا بأس به، وسئل عن المسكر فقال: حلال. (اسناد صحیح) (كتاب السنة جلد اول، ص ۲۰۷)

ترجمہ: امام ابوعوانہ نے کہا کہ میں نے ابوحنیفہ کو کہتے ہوئے سنا جب کہ ان سے شرابوں کے متعلق سوالات کیے جارہے تھے تو ہر سوال کے جواب میں کہتے کوئی حرج نہیں لوگوں نے نشہ والی چیز کے بارے میں سوال کیا تو کہا کہ حلال ہے۔

جواب:

اس قول میں امام ابوحنیفہ کی طرف ایک تو نشہ آور چیزوں کے استعمال کا ذکر ہے دوسرا نبیذ اور داری کے بارے میں ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ ابوعوانہ امام صاحبؒ کے شاگرد تھے لہٰذا اُن کی طرف ایسی باتوں کو منسوب کرنا جو امام ابوحنیفہ کے خلاف ہوں یہ سراسر غلط اور اور بہتان ہے۔

چنانچہ عقود الجمان ص ۱۵۳ میں مرقوم ہے:

فكيف يطعن فی شيخه واستاذه الذی جاء فيه فهو مكذوب عليه

ترجمہ: کہ وہ ابوعوانہ اپنے اس شیخ اور استاد پر طعن کیسے کر سکتے ہیں جس سے اس نے روایات لی ہیں۔ لہٰذا اصل بات یہ ہے کہ ان کے اوپر جھوٹ بولا گیا ہے۔

کشف الآثار میں ہے:

ابو عوانه من تلاميذ الامام ابی حنيفه ورواية الاحاديث والفقه عنه. الخ

ترجمہ: کہ ابوعوانہؒ امام ابوحنیفہؒ کے تلامذہ میں سے ہیں اور امام صاحبؒ سے حدیث اور فقہ میں آپ کی مرویات موجود ہیں۔

دوسری بات:

ابوعوانہ کے قول کا صحیح مطلب

ابوعوانہ کے قول سئل عن الاشربة میں اشربہ سے مراد ماسوی الخمر ہے (یعنی انگور کی

شراب کے علاوہ دوسری چیزوں کی شراب مراد ہے) کیونکہ خمر کے بارے میں سارے ائمہ کرام کا اتفاق ہے کہ خمر حرام ہے لہٰذا امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بھی خمر حرام ہے کیونکہ اس کی حرمت دلیل قطعی سے ثابت ہے۔ البتہ خمر کے علاوہ دیگر مشروبات کی حرمت مشروط ہے اور اجتہادی ہے اور ہر مجتہد اپنے اجتہاد کے مطابق فتویٰ دیتا ہے اگر صواب ہوا تو دوہرا اجر پاتا ہے اور اگر اجتہاد غلط بھی ہو تب بھی ایک اجر کہیں نہیں گیا۔ امام صاحب کے نزدیک خمر کے علاوہ مشروبات کا حکم یہ ہے کہ جب تک نشہ نہ دے تو حرام نہیں جب نشہ آئے تو حرام ہے۔

اعتراض نمبر ۷:

امام ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن یزید المقری

(ولادت ۱۲۰ھ، متوفی ۲۱۳ھ)

حدثنی أبو الفضل، نا إبراهيم بن شماس، نا أبو عبد الرحمن المقری قال: كان والله أبو حنيفة مرجئًا ودعانی إلی الارجاء فأبيت عليه. (اسناده صحيح)

ترجمہ: امام ابوعبدالرحمٰن المقریؒ نے کہا اللہ کی قسم ابوحنیفہؒ مرجی تھا اور مجھے بھی اس کی دعوت دی مگر میں نے ان کی دعوت کو قبول نہ کرتے ہوئے مرجی بننے سے انکار کر دیا۔

(الصحيفة من كلام ائمة الجرح والتعديل علی ابی حنيفة، ص ۷۰)

جواب:

اس قول کی سند میں ایک راوی ابوعبدالرحمٰن المقریؒ ہے اس سے امام ابوحنیفہؒ کی مداح بھی ثابت ہے یہ آپ کی بہت تعریف وتوصیف بھی بیان کرتا ہے دیکھئے ابن عبدالبر کی کتاب الانتقاء ص ۱۹۳ تا ۱۹۵، کشف الآثار شریفہ فی مناقب الامام ابی حنیفہؒ حارثی ج ۱، ص ۵۹ تا ۶۲۔ ایسے راوی کی دونوں باتوں میں سے کسی کو ترجیح دی جائے گی لازمی بات ہے کہ توثیق والی بات کو ترجیح ہوگی اور الزام لگانے والی بات کو رد کیا جائے گا کیونکہ امام صاحبؒ نہ تو خود مرجی تھے اور نہ ہی آپ نے اس کی دعوت دی آپ سے مرجیہ کا رد صحیح سند سے ثابت ہے۔

نیز المقریؒ کے متعلق ابن ابی حاتمؒ نے کہا کہ میرے باپ سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو میرے باپ نے کہا کہ ہے تو ثقہ، پھر کہا گیا کہ کیا یہ حجت بھی ہے تو کہا کہ جب اس سے مالک، یحییٰ بن کثیر اور اسامہ روایت کریں تو حجت ہے۔ اس قول کی سند میں ان تینوں اماموں میں سے کسی نے بھی اس سے یہ قول نقل نہیں کیا اس لیے یہاں حجت نہیں۔

اعتراض نمبر ۸:

شیخ الاسلام وامام الحفاظ ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاریؒ

(ولادت ۱۹۴ھ متوفی ۲۵۶ھ)

قال امام بخاری ویزعم ان الخنزیر البری لا باس به ویری السیف علی الامة ویزعم ان امر الله قبل ومن بعد مخلوق فلا یری الصلوة دینًا فجعلتم هذا واشباهه اتفاقًا. (جزء القراة البخاری ص۸۹)

ترجمہ: امام المحدثین امام بخاریؒ نے کہا اور اس (ابوحنیفہ) کا یہ بھی خیال ہے کہ جنگلی سور کے استعمال میں کوئی حرج نہیں اور امت محمدیہ سے قتال اور انہیں قتل کرنا جائز ہے اور اس (ابو حنیفہ) کا یہ بھی خیال ہے کہ اللہ کا حکم من قبل ومن بعد یعنی کلام مخلوق ہے (نعوذ باللہ) اور نماز کو دین نہیں سمجھتے تو ان جیسی چیزوں پر اتفاق کر کے (فقیہ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں)

(الصحیفة من کلام ائمة الجرح والتعدیل علی ابی حنیفة، ص ۷۲، و ص ۷۳)

اس عبارت میں امام بخاریؒ نے امام ابوحنیفہؒ پر چار اعتراض کئے ہیں۔

(۱) جنگلی سور کا استعمال کرنا۔

(۲) امت محمدیہ سے قتال کرنا۔

(۳) قرآن کو مخلوق ماننا۔

(۴) نماز کو دین سے نہ ماننا۔

اس اعتراض کے کئی جواب ہیں۔ ہم پہلے اس عبارت کا اجمالی جواب عرض کریں گے بعد میں ہر ایک شق کا جواب بھی ان شاء اللہ ...

پہلا اجمالی جواب:

امام بخاریؒ نے امام ابوحنیفہؒ پر اس عبارت میں چار الزام لگائے ہیں۔ مگر ان کا ماخذ نہیں بتایا امام ابوحنیفہؒ نے یہ باتیں کہاں لکھی ہیں اور وہ کون سی کتاب ہے جس میں یہ چاروں باتیں امام ابوحنیفہؒ سے سند صحیح سے مروی ہوں کیونکہ امام بخاریؒ نے تو امام ابوحنیفہؒ کا زمانہ نہیں پایا۔ امام بخاریؒ تو امام ابوحنیفہؒ سے ۱۱۴ سال چھوٹے ہیں، اب دو ہی طریقے ہیں یا تو امام بخاریؒ امام ابوحنیفہؒ کی کسی کتاب سے یہ عبارت نقل کرتے اور حوالہ دیتے کہ فلاں کتاب میں امام ابوحنیفہؒ نے یہ بات لکھی ہے یا ان کے کسی شاگرد کی کتاب کا حوالہ دیتے کہ امام ابوحنیفہؒ سے انہوں نے اپنی سند سے نقل کی ہے اور میں نے وہاں سے لی ہے۔ اگر کسی کتاب سے نہیں لی ویسے ہی سنی سنائی نقل کی ہے پھر سند کے ساتھ نقل کرتے جس طرح دوسرے اعتراض نقل کیے ہیں۔ جو تاریخ کبیر اور تاریخ صغیر وغیرہ میں ہیں۔

دوسرا اجمالی جواب:

شیخ عبدالفتاحؒ اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے امام ابن تیمیہؒ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

(۲) حافظ امام، شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اپنی کتاب "منہاج السنہ النبویہ" میں ج ۱، ص ۲۵۹، اور ج ۲ صفحہ ۶۱۹ پر یہ تحریر کیا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کی اگرچہ کئی لوگوں نے بعض چیزوں کے حوالے سے مخالفت کی ہے اور اُن کا انکار کیا ہے لیکن ان کی فقاہت، ان کا فہم اور ان کے علم کے بارے میں کسی کو شک نہیں ہے، لوگوں نے ان کے حوالے سے کچھ ایسی باتیں نقل کی ہیں جن کا مقصد ان کی تنقیص کرنا ہے لیکن یہ روایات قطعی طور پر جھوٹی ہیں جیسے خنزیر کا مسئلہ ہے یا اس کے علاوہ دیگر مسائل ہیں۔

(الانتقاء فی فضائل الائمۃ الثلاثۃ الفقہاء، مترجم اردو، ص ۳۲۰، ۳۲۱)

شیخ عبدالفتاحؒ نے الانتقاء کا عربی میں حاشیہ لکھا ہے یہ اس کا ترجمہ ہے۔ دیکھئے امام ابن

تیمیہؒ نے امام بخاریؒ کا نام لیے بغیر تمام باتوں کا رد کر دیا ہے۔خاص کر خنزیر کے حوالے سے خنزیر کا نام لے کر رد کیا ہے۔

تیسرا اجمالی جواب:

مشہور غیر مقلد عالم حضرت مولانا میر محمد ابراہیم سیالکوٹیؒ امام ابن تیمیہؒ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں:

(ا) شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ منہاج السنہ میں فرماتے ہیں:

كما ان ابا حنيفة وان كان الناس خالفوه فی اشياء و انكروها عليه فلا يستريب احد فی فقه و فهمه وعلمه و قد نقلوا عنه اشياء يقصدون الشناعة عليه وهی كذب عليه قطعا مثل مسئلة الخنزير البری ونحوها

(منہاج السنۃ جلد اول، ص ۲۵۹، مطبوعہ مصر)

جس طرح کہ اگر چہ بہت لوگوں نے کئی مسائل میں امام ابو حنیفہؒ کی مخالفت کی اور آپ پر ان امروں کا انکار کیا لیکن کوئی شخص بھی ان کی فقاہت اور فہم اور علم میں شک نہیں کر سکتا اور لوگوں نے آپ سے بہت سی ایسی چیزیں نقل کیں جن سے ان کا مقصد آپ پر برائی تھوپنا تھا۔حالانکہ وہ باتیں آپ پر قطعی طور پر جھوٹ ہیں مثلاً خنزیر بری اور مثل اس کی دیگر مسائل۔

(حوالہ تاریخ اہل حدیث، ص ۴۰)

چوتھا اجمالی جواب:

مولانا زبیر علی زئی غیر مقلد نے بھی امام صاحبؒ کی طرف خنزیر بری کے حلال ہونے کی نسبت کو غلط قرار دیا ہے اور آپ کے بارے میں لکھا ہے کہ کیونکہ یہ مروی ہے کہ وہ خنزیر بری کو حرام سمجھتے تھے بلکہ خنزیر بحری (ڈولفن مچھلی) بھی ان کے نزدیک بقول دمیری (متوفی ۸۰۸ھ) حرام ہے۔(نصر الباری، ترجمہ وشرح جزو القرأۃ امام بخاری، ص ۱۹۹)

پانچواں اجمالی جواب:

حجۃ اللہ فی الارض حضرت مولانا محمد امین صفدر اکاڑوی فرماتے ہیں:

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ یا تو فقہ حنفی سے بالکل ناواقف ہیں یا انہوں نے امام صاحبؒ پر الزام لگا کر بہت بڑی جسارت فرمائی ہے۔
(جزء القرأۃ مترجم، مولانا امین اوکاڑوی، ص ۱۳۳)

چھٹا اجمالی جواب:

حیات الحیوان دمیری اردو جلد نمبر ۱، ص ۷۰۵ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی میں ہے

ربیع کہتے ہیں امام شافعیؒ سے پانی کے خنزیر کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپؒ نے فرمایا وہ کھایا جاتا ہے۔ روایت ہے کہ جب امام شافعیؒ عراق گئے تو آپ نے فرمایا کہ ابوحنیفہؒ نے اسے حرام قرار دیا ہے۔ ابن ابی لیلیٰ نے حلال کیا ہے اور یہ قول حضرت عمر، عثمان، ابن عباس اور ابوایوب انصاری اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔ حسن بصریؒ، لیثؒ اور ابو مالکؒ وغیرہ کہتے ہیں کہ اس میں کلام ہے اور دوسری مرتبہ ان حضرات نے اس سے احتراز برتنے کی تلقین فرمائی۔

ساتواں اجمالی جواب:

امام شعرانی فرماتے ہیں:

ومن ذالك قول الامام الشافعي وابي حنيفة بنجاسة الخنزير

یعنی احناف اور شوافع اس پر متفق ہیں کہ سور ناپاک ہے۔ (بحوالہ نصرۃ الفقہ ص ۴۳۶)

تفصیلی جواب:

شق اول جنگلی خنزیر کے استعمال کرنے کا الزام اور اس کا جواب

جواب:

امام ابوحنیفہؒ اور دیگر علمائے احناف کے ہاں سور نجس العین ہے۔ اس کی تمام اشیاء

(گوشت، چربی، چمڑہ، بال، لعاب، ہڈیاں وغیرہ) حرام ہیں اور ان سے فائدہ اٹھانا بھی درست نہیں ہے اس سے شکار کرنا، اسے پالنا اور اس کی تجارت کرنا سب منع ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنزِيرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ الخ
(البقرۃ: ۱۷۳)

اس نے تم پر یہی حرام کیا ہے مردہ جانور اور لہو اور گوشت سور کا اور جس جانور پر نام پکارا جائے اللہ کے سوا کسی اور کا۔ (پارہ نمبر۲، سورۃ بقرہ، آیات نمبر۱۷۳)

اس آیت کی تفسیر میں علامہ شبیر احمد عثمانی حنفیؒ لکھتے ہیں:

ف نمبر۷: اور خنزیر زندہ ہو یا مردہ یا قاعدہ شریعت کے موافق ذبح کرلیا جائے ہر حال میں حرام ہے اور اس کے تمام اجزا، گوشت، پوست، چربی، ناخن، بال، ہڈی، پٹھا ناپاک اور ان سے نفع اٹھانا اور کسی کام میں لانا حرام ہے۔ اس موقع پر چونکہ کھانے کی چیزوں کا ذکر ہے اس لیے فقط گوشت کا حکم بتلایا گیا مگر اس پر سب کا اجماع ہے کہ خنزیر جو کہ بے غیرتی اور بے حیائی اور رغبت الی النجاسات میں سب جانوروں میں بڑھا ہوا ہے اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس کی نسبت فَاِنَّهٗ رِجْسٌ فرمایا بلاشک نجس العین ہے نہ اس کا کوئی جزو پاک اور نہ کسی قسم کا انتفاع اس میں جائز۔ جو لوگ کثرت سے اس کو کھاتے ہیں اور اس کے اجزا سے فائدہ اٹھاتے ان میں اوصاف مذکورہ واضح طور پر مشاہدہ ہوتے ہیں۔ (تفسیر عثمانی، ص۳۲)

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں:

خون ہو یا خنزیر کا گوشت ہو کیونکہ وہ (خنزیر) بالکل ناپاک ہے (اس لیے اس کے سب اجزا نجس اور حرام ہیں ایسا نجس نجس العین کہلاتا ہے)

(تفسیر معارف القرآن، ج۳، ص۴۷۴، خلاصہ تفسیر سورۃ الانعام)

مفتی صاحبؒ آگے لکھتے ہیں:

تیسری چیز لحم خنزیر ہے جس کو حرام فرمایا ہے۔ لحم سے مراد اس کا پورا بدن ہے جس میں چربی، پٹھے وغیرہ سب ہی شامل ہیں۔ (معارف القرآن، ج ۳، ص ۲۹، تفسیر سورۃ مائدہ)

مفتی صاحبؒ مزید لکھتے ہیں:

خلاصہ تفسیر: اور خنزیر کا گوشت (اسی طرح اس کے سب اجزا)

(معارف القرآن، ج ۳، ص ۲۷، تفسیر سورۃ مائدہ)

مفسر قرآن حضرت مولانا عبدالحمید خان سواتی حنفیؒ سورہ مائدہ آیت نمبر ۳ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

تیسری حرام چیز فرمایا وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ یعنی خنزیر کا گوشت بھی حرام ہے۔ خنزیر کے گوشت کی تخصیص اس کے عام استعمال کی بنا پر کی گئی ہے وگرنہ اس کے جسم کا ہر حصہ حرام اور ناقابل استعمال ہے۔ سورۃ انعام میں سور کو "اِنَّهٗ رِجْسٌ" کہا گیا ہے۔ یہ بالکل ناپاک ہے لہٰذا اس کی ہڈیاں، بال، چربی اور لعاب وغیرہ ہر چیز حرام ہے۔

(تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن، ج ۵، ص ۴۹)

مولانا انیس احمد نعمانی حنفی لکھتے ہیں:

خنزیر کا شرعی حکم:

خنزیر نص قطعی سے باتفاق ائمہ اربعہ اور دیگر علماء کے نجس العین ہے اس کا کھانا ہر طرح حرام ہے اور اس کی خرید و فروخت بھی بالکل ناجائز ہے۔

(احکام الحیوان، ص ۹۳، ناشر ادارہ اسلامیات لاہور)

مولانا عبدالماجد دریا آبادیؒ لکھتے ہیں:

خنزیر، سور

پ ۲، سورۃ البقرۃ، ع ۲۱

پ ۶، سورۃ المائدہ، ع ۱

پ ۸، سورۃ الانعام، ع ۱۸

پ ۱۴، سورۃ النحل، ع ۱۵

سور ایک معلوم و معروف گندہ جانور ہے قرآن مجید میں اس کا ذکر چار موقعوں پر آیا ہے اور چاروں مرتبہ حرمت ہی کے سلسلہ میں پہلی بار یہ کہ: اللہ نے تمہارے اوپر مردار اور خون اور گوشت خنزیر حرام کیا ہے۔ دوسری بار بھی خفیف لفظی تغیر کے ساتھ یہی کہ تمہارے اوپر حرام کیے گئے ہیں مردار اور خون اور گوشت خنزیر''

تیسرے موقع پر اسی حرمت حیوان ہی کے سلسلہ میں ارشاد ہوا ہے کہ کھانے کی چیزوں میں حرام تو بس، یہی کی گئی ہیں، مردار ہوا، بہتا ہوا خون، گوشت، خنزیر ہوا کہ وہ (بالکل گندہ ہے) چوتھے موقع پر پہلی مرتبہ کی طرف ارشاد ہوا ہے کہ اللہ نے تمہارے اوپر مردار اور خون اور گوشت خنزیر کا حرام کیا ہے۔

گو حرمت کا اعلان چار مرتبہ صراحت کے ساتھ اور ایک مرتبہ اس اضافہ کے ساتھ کہ (لَانَّہٗ رِجْسٌ) وہ تمام تر گندہ ہے یہ اس امر کی دلیل ہے کہ اسلام کی نظر میں یہ جانور گندگی مجسم ہے۔ اس کی گندگی یہودیت اور مسیحیت کو بھی مسلم ہے۔ چنانچہ توریت اس قسم کی صراحتیں موجود ہیں۔ (حیواناتِ قرآنی، ص ۶۸، مطبوعہ نفیس اکیڈمی، کراچی)

احادیث میں خنزیر کی برائی کا ذکر

حدیث نمبر ۱:

حضرت ابو مالک اشعریؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے کچھ لوگ شراب پئیں گے، وہ اس کا کوئی بھی نام رکھ لیں گے۔ ان کو گانے والیاں ساز بجا کر گانے سنائیں گی۔ اللہ تعالیٰ انہیں زمین میں دھنسا دے گا اور ان میں سے بعض کو بندر اور خنزیر بنا دے گا۔ (سنن ابن ماجہ، باب العقوبات)

حدیث نمبر ۲:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک تم میں عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نہیں اتریں گے وہ ایک منصف حاکم کی حیثیت سے آئیں گے، وہ صلیب کو توڑ دیں گے، خنزیر کو مار ڈالیں گے، جزیہ ساقط کردیں گے اور مال اتنی کثرت سے بہے گا کہ کوئی اسے قبول نہیں کرے گا۔

(بخاری، کتاب المظالم، باب کسر الصلیب وقتل الخنزیر، مسلم کتاب الایمان، ترمذی فی الفتن)

حدیث نمبر ۳:

سلیمان بن بریدہ اپنے والد سے روایت نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے چوسر کا کھیل کھیلا تو گویا اس نے اپنے ہاتھ سور کے گوشت اور خون میں رنگے۔

(ابن ماجه، باب اللعب بالنرد)

حدیث نمبر ۴:

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علم طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور علم کو نا اہلوں کے سامنے رکھنے والا ایسے ہے جیسے خنزیروں کو جواہرات، موتیوں اور سونے کے ہار پہنانے والا۔

(ابن ماجه، کتاب السنة، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، حدیث نمبر ۲۲٤)

حنفی مذہب میں خنزیر کا حکم:

ناظرین اب وہ عبارتیں ملاحظہ فرمائیں جو آپ کو یہ بتلائیں گی کہ حنفیوں کے مذہب میں سور بجمیع اجزاء نجس و ناپاک ہے تاکہ کسی طرح کا وہم باقی نہ رہے۔

(۱) بدائع الصنائع کا حوالہ:

ثم قول الکرخی الا جلد الانسان و الخنزیر جواب ظاھر قول اصحابنا (الی ما نَقَلْته اولا) والصحیح ان الجلد الخنزیر لا یطھر بالدباغ لان نجاسته لیست لما فیه من الدم والرطوبة بل ھو نجس العین فکان وجود الدباغ فی حقه والعدم بمنزلة واحدة وقیل ان جلده لا یحتمل الدباغ لان له جلودا مترادفة بعضھا فوق بعض کما للأدمی اھ (بدائع صفحہ ۸۶ جلد اول)

ہمارے تینوں اماموں کا ظاہر قول یہی ہے کہ سور نجس العین ہے دباغت دینے سے اوسکا چمڑا پاک نہیں ہوتا کیونکہ اوس کی ناپاکی اس وجہ سے نہیں ہے کہ اس میں خون اور رطوبات پائے جاتے ہیں، بلکہ وہ تو سر سے لے کر پیر تک ناپاک ہی ناپاک ہے پس دباغت کا وجود و عدم دونوں یکساں ہیں لہٰذا دباغت سے کچھ فائدہ نہیں اور وہ پاک نہیں ہوسکتا۔ بلکہ بعض نے اس کی علت یہ بھی بیان کردی کہ اس کے چمڑے میں تہ بر تہ ہونے کی وجہ سے دباغت اپنا اثر ہی نہیں کرتی۔

غرض کوئی بھی صورت ہو سور پاک نہیں ہوسکتا۔ اس سے قبل صاحبؒ بدائع فرماتے ہیں:

ومنھا الدباغ فجرد النجسة فالدباغ تطھیر للجلود کلھا الا جلد الانسان والخنزیر کذا ذکر الکرخی اھ۔ (صفحہ ۸۵) کہ دباغت تمام چمڑوں کو پاک کردیتی ہے لیکن انسان اور سور کے چمڑے کو نہیں کرتی چنانچہ امام کرخیؒ نے ذکر کیا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے مذہب سے کرخیؒ طحاویؒ وغیرہ زیادہ واقف ہوتے ہیں اور ہمیشہ مذہب ہی کو نقل کرتے ہیں۔

(۲) فتاویٰ شامی کا حوالہ:

خلا جلد خنزیر فلا یطھر (در مختار) ای لانه نجس الحین بمعنے ان

ذاته بجميع اجزائه نجسة حيا وميتا فليست نجاسة لما فيه من الدم كنجاسة غيره من الحيوانات فلذا لم يقبل التطهير فی ظاهر الرواية عن اصحابنا.

(رد المحتار جلد اول صفحه ۱۴۳)

سور کا چمڑا پاک نہیں ہوتا کیونکہ وہ نجس العین ہے یعنی اوسکی ذات زندگی وموت کی حالت میں اپنی زندگی کی تمام اجزاء کے اعتبار سے ناپاک ہے اوس کی ناپاکی دوسرے جانوروں کی طرح خون کی وجہ سے نہیں ہے اسی بنا پر ہمارے ائمہ کے ظاہر مذہب میں وہ پاکی کو قبول نہیں کرتا۔

(۳) فتاویٰ عالمگیری کا حوالہ:

واما الخنزير فجميع اجزائه نجسة كذا فی الاختيار شرح المختار اھ۔

(فتاویٰ عالمگیری صفحہ ۲۵، جلد اول)

خنزیر کے تمام اجزاء ناپاک ہیں، چنانچہ اختیار میں مصرح ہے:

(۴) فتاویٰ عالمگیری کا دوسرا حوالہ:

كل اهاب دبغ فقد طهر الا جلد الآدمی و الخنزير كذا فی الزاهدی اھ

(عالمگیری صفحہ ۲۵)

تمام کپڑے دباغت سے پاک ہو جاتے ہیں مگر انسان اور خنزیر کا چمڑا پاک نہیں ہوتا چنانچہ زاہدی میں تصریح ہے۔

(۵) فتاویٰ قاضی خاں کا حوالہ:

وشعر الخنزير اذا وقع فی الماء يفسده لانه نجس العين اھ

(فتاوی قاضی خاں جلد اول صفحہ ۱۰)

سور چونکہ نجس العین ہے اس لیے اوسکے بال اگر پانی میں گر پڑیں تو پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔

(۶) ہدایہ کا حوالہ:

وكل اهاب دبغ فقد طهر وجازت الصلوة فيه والوضوء منه الا جلد

الخنزير والآدمی بخلاف الخنزیر لانه نجس العین اذا لهاء فی قوله تعالی فانه رجس منصرف الیه لقربه اھ(ہدایہ)

(۷) کفایہ شرح ہدایہ کا حوالہ:

قلنا جلد الخنزیر لایند بغ فلا یطھر لان شعره غلیظ ینبت من لحمه ولانه نجس العین کالخمر اھ(کفایہ جلد اول، صفحہ ۸۱)

(۸) عنایہ شرح ہدایہ کا حوالہ:

بخلاف جلد الخنزیر فانه لا یطھر بالدباغ لنجاسة عینه اھ (عنایہ جلد اول، صفحہ ۸۲)

(۹)(۱۰) کنز الدقائق و بحر الرائق کا حوالہ:

الاجلد الخنزیر والادمی (کنز) لنجاسة عینه. اھ(بحر الرائق جلد ا، صفحہ ۱۰۰)

ناظرین! ان عبارتوں کو ملاحظہ فرمائیں کنز الدقائق، بحر الرائق، بدائع، ہدایہ، عنایہ، کفایہ قاضی خاں، عالمگیری، درمختار، ردالمحتار شامی۔ دس کتابوں سے میں نے اقوال نقل کئے ہیں سب کے سب اس پر متفق ہیں کہ حنفیوں کا مذہب ہے کہ خنزیر نجس العین ہے اوسکے تمام اجزا ناپاک ہیں اوسکا چمڑا دباغت سے پاک نہیں ہوتا۔ یہی مذہب امام ابوحنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ امام محمدؒ کا ہے۔

امام ابو یوسفؒ کا حوالہ:

امام ابو یوسفؒ کا مذہب ہے کہ خنزیر نجس العین ہے دباغت سے بھی پاک نہیں ہوتا ہے ہر ہر جز میں نجاست موجود ہے وہ کسی طرح دور نہیں ہوسکتی۔

وفی المبسوط روی عن ابی یوسف انه یطھر الدباغ وفی ظاھر الروایة لا یطھر أما لانه لا یحتمل الدباغ اولان عینه نجس اھ

(البحر الرائق، جلد ا، صفحہ ۱۰۱)

کفایہ میں ہے: وفی المبسوط واما جلد الخنزیر فقد روی عن ابی یوسف انه یطهر بالدباغ أیضا وفی ظاهر الروایة انه لا یحتمل الدباغ فان له جلودا مترادفة بعضها فوق بعض کما للآدمی وانما لم یطهر لعدم المطهر وهو الدباغ اھ (کفایہ مصری جلداول صفحہ ۸۲)

فتاویٰ شامی میں ہے:

الا فی روایة عن ابی یوسف ذکرها فی المنیة اھ (ردالمحتار، جلد ا، صفحہ ۱۴۳)

وروی عن أبی یوسف أن الجلود کلها تطهر بالدباغ لعموم الحدیث اھ

والصحیح ان جلد الخنزیر لا یطهر بالدباغ (بدائع جلداول، صفحہ ۸۶)

خنزیر کے متعلق غیر مقلدین کا نظریہ

امام شوکانیؒ اور نواب صدیق حسن خانؒ کا حوالہ:

شوکانی نے نجاستوں میں صرف گوشت سور کو شمار کیا ہے چنانچہ دربہیہ میں فرماتے ہیں:

ولحم الخنزیر نواب صاحبؒ اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔

الدلیل علی نجاسة ما قدمنا قریبا من الایة الکریمة اھ (الروضۃ الندیہ ص ۱۲)

کہ سور کے گوشت کے ناپاک ہونے کی کی دلیل ہم قریب ہی بیان کر چکے ہیں جو آیت شریفہ ہے۔ اس سے قبل پانچویں سطر میں آیت کے مضمون کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ والظاهر رجوعه إلی الأقرب وهو لحم الخنزیر لافراد الضمر ولهذا حرمنا ههنا بنجاسة لحم الخنزیر اھ (الروضۃ الندیہ ص ۱۲)

کہ چونکہ ضمیر فرد ہے اس بنا پر ظاہر یہی ہے کہ اقرب کی طرف راجع ہے جو لحم خنزیر ہے اسی لئے ہم اس جگہ پر سور کے گوشت کے نجس وناپاک ہونے کے قائل ہوئے باقی اور کوئی چیز اوس کی ناپاک نہیں ہے۔

نواب نورالحسن بن نواب صدیق حسن کا حوالہ:

باپ سے بھی بڑھ کر نواب نورالحسن خاں غیر مقلد نے کیا ہے کہ وہ گوشت کو بھی نجس نہیں کہتے اون کی کتاب کی عبارت بلفظہ نقل کرتا ہوں:

پس دعوائے نجس عین بودن سگ و خنزیر و پلید بودن خمر و دم مسفوح و حیوان مردار نا تمام است آرے اکل لحم اینها و آشامیدن خمر حرام است و نیست ملازمت صیان حرمت و نجاست آرے هر نجس حرام است نه هر حرام نجس اھ (عرف الجادی صفحہ ۱۰)

پس کتے اور سور کے اور شراب وخون مسفوح کے اور مرے ہوئے جانوں کے ناپاک و نجس عین ہونے کا دعوی کرنا صحیح نہیں ہے۔ ہاں ان دونوں کا گوشت کھانا اور شراب پینا بے شک حرام ہے لیکن حرمت و ناپاکی میں لزوم نہیں جو چیز ناپاک ہے وہ حرام ضرور ہے مگر ہر ایک حرام چیز ناپاک نہیں ہوتی۔

یہ قول تو بآواز دہل کہہ رہا ہے کہ سور کا کوئی جز بھی ناپاک نہیں حتی کہ اوسکا گوشت بھی ناپاک نہیں، صرف حرام ہے اور حرام اور نجس میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

نواب صدیق حسن خان کا دوسرا حوالہ:

همچنیں استدلال بر نجاست خنزیر بلفظ رجس کما ینبغی نیست چه مراد برجس چنانکه گذشت حرام است نه نجس دور دو آیت در تحریم اکل است نه در نجاست دمیان تحریم و نجاست تلازم نیست بسیار است که یك شئ حرام و ظاهر می بود چنانکه در حرمت علیکم امهاتکم ونحو ان بودد هست و همین است حال استدلال بغل آنیه اهل کتاب که دران خوك پزند که آن بنا بر تحریم اکل و شرب است نه بنا بر نجاست و این حکم دیگر است مقصود شارح نیست اھ (بدور الاہلہ صفحہ ۱۶)

اسی طرح لفظ رجس سے سور کے ناپاک ہونے پر استدلال کرنا صحیح نہیں کیونکہ رجس سے مراد حرام ہے نہ ناپاک چنانچہ ماسبق میں گذر چکا ہے اور آیت کھانے کے حرام ہونے میں نازل ہوئی ہے ناپاک ہونے کے بارے میں نہیں اور تحریم ونجاست میں لزوم نہیں ہے بسا اوقات ایک شئی حرام ہونے کے ساتھ ساتھ پاک بھی ہوتی ہے چنانچہ آیت حرمت علیکم امھاتکم وغیرہ میں ہے۔ اور یہی حال اوس حدیث سے استدلال کا ہے جس میں آنحضرت نے اہل کتاب کے برتنوں کے دھونے کا حکم دیا ہے جن میں وہ سور پکایا کرتے تھے کہ وہ حکم اوس کی نجاست کی بنا پر نہ تھا کیونکہ یہ حکم دوسرا ہے جو شارع علیہ السلام کا مقصود نہیں بلکہ وہ حکم اکل وشرب کی تحریم کی بنا پر تھا۔

اس کے بعد ایک جملہ اور بھی نواب صاحبؒ نے تحریر فرمایا ہے اسے بھی نقل کیے دیتا ہوں۔

واگر تنزلا بتقدیر احتمال دویم محتمل از برائے احتجاج در محل نزاع منتهض نباشد اھ (بدور الاہلہ صفحہ ۱۶)

اور اگر احتمال کے طریق پر چلیں (کہ ممکن ہے نجاست کی وجہ سے دھونے کا حکم فرمایا ہو) تو جو دلیل محتمل ہو محل نزاع میں وہ قابل استدلال نہیں ہے۔

ناظرین ان عبارتوں کو دیکھ کر کیا کوئی عاقل انکار کرسکتا ہے کہ نواب صاحبؒ سور کی طہارت کے قائل نہیں۔

نواب صدیق حسن خان کا تیسرا حوالہ:

اسی طرح نواب صدیق حسن نے دلیل الطالب فی ارجح المطالب کے صفحہ ۴۰۴ میں بیان کیا ہے۔

علامہ وحید الزمان کا حوالہ:

مولوی وحید الزماں صاحبؒ غیر مقلد نے ان سے بھی بڑھ کر کمال کیا ہے وہ فرماتے ہیں

کہ سور تو سور اوس کا لعاب بھی پاک ہے اگر کسی برتن میں سور یا کتے نے منہ ڈال دیا تو وہ ناپاک نہیں ہوتا۔

والحق عدم النجاسة والامر بالغسل تعبدی او لما فیه من السمیة اھ (هدیة المهدی صفحه ۳۷)

نجس نہ ہونا ہی حق ہے۔

اسی پر بس نہیں بلکہ علامہ وحید الزماں صاحبؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ بھی اسی کے قائل ہیں، لکھتے ہیں:

واختاره البخاریؒ وغیره من اصحابنا اھ (هدیة المهدی صفحه ۳۷)

(۲) علامہ وحید الزمان صاحبؒ موطا امام مالک **کتاب الطهارة باب الطهور للوضوء حدیث ابو هریره** کی شرح میں فرماتے ہیں:

جتنے جانور سمندر میں رہتے ہیں جن کی زندگی بغیر پانی کے نہیں ہو سکتی وہ سب حلال ہیں۔ اگرچہ مچھلی کی صورت پر نہ ہوں بلکہ کتے یا سور کی صورت پر ہوں۔ (زرقانی)

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس حدیث میں مردہ سے صرف مچھلی مراد ہے نہ اور جانور سمندر کے۔ (موطا امام مالک مترجم، ص ۲۸، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور)

اس سے ثابت ہوا کہ غیر مقلدین کے نزدیک سمندری سور حلال ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حرام ہے۔

شق دوم امت محمدیہ سے قتال کرنے کا الزام

جواب:

اگر بالفرض اس بات کو صحیح بھی باور کر لیں تو اس قول "**کان ابو حنیفة یری السیف**" (امام ابوحنیفہؒ تلوار چلانے کو جائز سمجھتے تھے) کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ امام صاحبؒ مسلمانوں پر وار چلانا جائز سمجھتے تھے۔ جیسا کہ صاحبِ صحیفہ نے بوجہ جہالت و تعصب اس کا یہ

غلط مطلب بیان کیا ہے۔ بلکہ اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ آپ مسلمانوں کو ظالم اور جابر حکمرانوں کے ظلم اوران کی زیادتیوں سے چھٹکارا دلانے کے لیے ایسے حکمرانوں کے خلاف خروج اور اعلائے کلمۃ اللہ کو جائز سمجھتے تھے۔ چنانچہ جب بنی امیہ اور بنی عباسی کے بعض ظالم حکمرانوں نے اپنی رعایا خصوصاً اہل بیت (خاندان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اور علویوں (خاندانِ حضرت علی المرتضیٰ) پر ظلم کے پہاڑ توڑے تو آپ نے ان کے خلاف خروج کو جائز سمجھا۔

مولانا عطاء اللہ حنیفؒ غیر مقلد ارقام فرماتے ہیں:

یہاں تک تو درست ہے کہ حضرت امام (ابوحنیفہؒ) کو ایک اموی خلیفہ کے خلاف زید بن علی کے خروج، یا منصور عباس کے عہد میں بعض علویوں کے خروج سے دلی ہمدردی تھی لیکن اس سلسلے کے سارے واقعات کو سامنے رکھا جائے تو اس کی زیادہ وجہ امویوں اور عباسیوں کے وہ لرزہ خیز مظالم تھے جو بیچارے علویوں پر توڑے جا رہے تھے۔

(حاشیہ حیات حضرت امام ابوحنیفہ، ص ۲۹۸)

شیخ عبدالرحمان معلّمی غیر مقلد لکھتے ہیں:

كان ابو حنيفة يستحب او يوجب الخروج على خلفاء بني العباس لما ظهر منهم الظلم (التنكيل ج١ ص ٩٣).

امام ابوحنیفہؒ بنی عباس کے خلفاء کے خلاف خروج مستحب یا واجب اس لیے کہتے تھے کیونکہ ان سے ظلم ظاہر ہوا تھا۔

نیز شیخ موصوف نے جابر حکمرانوں کے خلاف خروج کو ایک ''مجتہد فیہ'' مسئلہ قرار دیا ہے اور محققین کا اس سلسلے میں یہ مذہب نقل کیا ہے کہ اگر اس خروج سے ظالم حکمرانوں کے ظلم سے چھٹکارا مل سکتا ہے تو پھر خروج جائز ہے۔ (ایضا، ج ا ص ۹۵)

اور پھر اس مسئلہ میں امام صاحبؒ ہی صرف منفرد نہیں ہیں بلکہ دیگر کئی نامور محدثین کا بھی یہی موقف ہے، چنانچہ خلیفہ منصور کے خلاف جب ابراہیم علوی نے خروج کیا تھا تو متعدد فقہا اور محدثین نے نہ صرف اس خروج کو جائز کہا تھا بلکہ اس خروج میں باقاعدہ حصہ لیا تھا۔

چنانچہ امام محمد بن سعدؒ (م ۲۳۰ھ) نے ابراہیم علوی کے ترجمہ میں تصریح کی ہے کہ:

و خرج معه عيسى بن يونس ومعاذ بن معاذ وعباد بن العوام، واسحق بن يوسف الأزرق، و معاوية بن هشيم بن بشير و جماعة كبيرة من الفقهاء و اهل العلم. (الطبقات الکبریٰ، ج ۵، ص ۴۴۰، ۴۴۱)

ابراہیم علویؒ کے ساتھ عیسیٰ بن یونسؒ، معاذ بن معاذؒ، عباد بن عوامؒ، اسحاق بن یوسف ازرقؒ، معاویہ بن ہشیم بن بشیرؒ اور فقہاء و اہل علم کی ایک بڑی جماعت نے بھی خروج کیا تھا۔

حافظ ذہبیؒ بھی بحوالہ مورخ امام خلیفہ بن خیاط (م ۲۴۰ھ) لکھتے ہیں:

خرج مع ابراهيم هشيم وابو خالد الاحمر، وعيسى بن يونس و عباد بن العوام ويزيد بن هارون وكان ابو حنيفة يجاهر فى امره ويأمر بالخروج.

(العبر، ج۱، ص ۱۵۵)

''ابراہیم علوی کے ساتھ (محدثین میں سے) ہشیم، ابوخالد الاحمر عیسیٰ بن یونس اور یزید بن ہارون نے خروج کیا تھا، امام ابوحنیفہؒ بھی کھل کر اس کی حمایت کرتے تھے اور لوگوں کو اس کے ساتھ خروج کا حکم فرماتے تھے''۔

لہٰذا اب اگر ظالم حکمرانوں کے خلاف خروج کی حمایت کرنے کی وجہ سے امام صاحبؒ کے خلاف طعن و تشنیع کی جائے گی تو پھر ان فقہاء اور محدثین کے بارے میں کیا کہا جائے گا کہ جنہوں نے نہ صرف اس خروج کی حمایت کی بلکہ اس میں باقاعدہ شرکت بھی فرمائی؟

نیز اس سے پہلے صحابہ کرام اور دیگر سلف صالحین، ظالم حکمرانوں کے خلاف جو خروج بھی کرتے رہے ہیں ان کے خلاف کیا حکم صادر کیا جائے گا؟

شیخ الاسلام امام ابن عبدالبر مالکیؒ (م۴۶۳ھ) ظالم حکمرانوں کے خلاف سلف صالحین کے خروج کے بارے میں لکھتے ہیں:

وبهذا خرج ابن الزبير والحسين على يزيد، وخرج اهل العراق وعلمائهم على الحجاج، ولهذا خرج اهل المدينة بني امية عنهم وقاموا عليهم، فكانت الحرة. (الاستنكار، ج ۵ ص ۱۶)

حکمرانوں کے ظلم کی وجہ سے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور حضرت حسینؓ نے یزید کے خلاف اور عراق کے اہل خیر واہل علم نے حجاج کے خلاف خروج کیا، اسی طرح اہل مدینہ نے بنی امیہ کے خلاف خروج کیا، اور حرہ کا واقعہ پیش آیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م۸۵۲ھ) نے بھی حکمرانوں کے خلاف خروج کرنے والوں کی دو اقسام بیان کی ہیں، ایک وہ جو دین کی خاطر ظالم حکمرانوں کے خلاف خروج کرتے ہیں، اور دوسرے وہ جن کے خروج کا مقصد محض اقتدار کا حصول اور دنیاوی مفاد ہوتا ہے۔ چنانچہ حافظ موصوف پہلی قسم کے بارے میں لکھتے ہیں:

قسم خرجوا غضبا للدين من اجل جور الولاة و ترك عملهم بالسنة النبوية فهؤلاء اهل حق و منهم الحسين بن على واهل المدينة فى الحرة والقراء الذين خرجوا على الحجاج. (فتح الباری، ج ۱۲، ص ۳۵۳)

پہلی قسم ان لوگوں کی ہے جو دین کی خاطر اور حکمرانوں کے ظلم اور ان کے سنت نبویہ کو ترک کرنے کی وجہ سے ان کے خلاف خروج کرتے ہیں، اور یہ اہل حق کی قسم ہے۔ اس قسم سے تعلق رکھنے والوں میں سے حضرت حسین بن علیؓ، اہل مدینہ جو واقعہ حرہ میں شریک تھے، اور وہ قراء جنہوں نے حجاج بن یوسف کے خلاف خروج کیا تھا، بھی ہیں۔

اور پھر امام اعظمؒ کے اس مسئلہ میں موقف کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ ابراہیم علوی کی حمایت کرنے کی پاداش میں خلیفہ منصور کے ہاتھوں زہر دیئے جانے سے آپ کی جو موت

واقع ہوئی اس کو اہل علم نے شہادت کی موت قرار دیا ہے۔

چنانچہ حدیث، تاریخ اور اسماء الرجال کے مایہ ناز سپوت حافظ شمس الدین ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) آپ کے تذکرے میں لکھتے ہیں:

وقد روی ان المنصور سقاه السم فاسود ومات شهيدا رحمه الله لقيامه مع ابراهيم. (العبر، ج۱، ص ۱۶٤)

"مروی ہے کہ منصور نے آپ کو (اس کے خلاف) ابراہیم کا ساتھ دینے کی وجہ سے زہر دیا تھا جس کی وجہ سے آپ شہادت کی موت سے سرفراز ہوئے۔ رحمہ اللہ"

نیز فرماتے ہیں:

وبلغنا ان المنصور سقاه السم فاسود ومات شهيدا. رحمه الله

"ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ منصور نے آپ کو زہر دیا تھا جس کے اثر سے آپ شہادت کی موت پا گئے"۔

حافظ ذہبیؒ نے امام اعظمؒ کے ترجمہ میں یہ تصریح بھی کی ہے کہ:

وقيل، ان المنصور سقاه السم لقيامه مع ابراهيم، فعلى هذا يكون قد حصل الشهادة وفاز بالسعادة.

کہا گیا ہے کہ منصور نے امام صاحبؒ کو زہر دیا تھا۔ اس طرح آپ کو شہادت نصیب ہوئی اور آپ مقام سعادت سے سرفراز ہوئے۔

شق سوم قرآن کو مخلوق ماننے کا الزام

جواب:

امام ابوحنیفہؒ تو خود ایسے شخص کو کافر کہتے ہیں۔ ہم یہاں پر چھ اقوال ایسے نقل کرتے ہیں جن سے واضح ہو جائے گا کہ امام صاحبؒ قرآن کو مخلوق نہیں مانتے تھے۔

امام ابوحنیفہؒ خلق قرآن کے قائل نہیں تھے

پہلا قول:

۱......حکم بن بشرؒ کہتے ہیں کہ حضرت سفیان بن سعید ثوریؒ اور حضرت نعمان بن ثابتؒ کا قول ہے کہ قرآن کلام اللہ ہے غیر مخلوق ہے۔ (تاریخ بغداد ج ۱۳)

دوسرا قول:

۲......ابو یوسفؒ فرماتے ہیں میں نے امام صاحبؒ سے چھ مہینے تک مناظرہ کیا یہاں تک کہ وہ اس بات کے قائل ہو گئے کہ جو قرآن کو مخلوق کہے وہ کافر ہے۔

(تاریخ بغداد ج ۱۳)

تیسرا قول:

۳......مزید فرماتے ہیں:

کہ قرآن کو مخلوق کہنے والا بدعتی ہے اس کی نہ بات مانی جائے اور نہ اس کی اقتدا میں نماز پڑھی جائے۔ (تاریخ بغداد ج ۱۳)

چوتھا قول:

۴......ابن مبارکؒ جب امام صاحبؒ کے پاس آتے ہیں تو آپ (یعنی امام ابوحنیفہؒ) پوچھتے تم میں یہ بیماری کیا پھیل پڑی ہے؟ جہم کیا کہتا ہے؟ کہا وہ کہتا ہے کہ قرآن مخلوق ہے آپ نے (یعنی امام ابوحنیفہؒ نے) یہ سن کر فرمایا (**كبرت كلمة تخرج من افواههم ان يقولون الا كذبا**) بڑی بری بات ہے جو ان کے منہ سے نکلتی ہے یقیناً وہ جھوٹ کہتے ہیں۔ (تاریخ بغداد ج ۱۳)

پانچواں قول:

ابوعبداللہ امام احمد بن حنبلؒ کہتے ہیں:

لم یصح عندنا ان ابا حنیفة کان یقول القرآن مخلوق

ہمارے نزدیک یہ بات صحیح نہیں ہے کہ ابوحنیفہؒ قرآن کے مخلوق ہونے کے قائل تھے۔

(تاریخ بغداد ج ۱۳)

چھٹا قول:

ابوسلیمان جوزجانیؒ اور معلیٰ بن منصور رازیؒ کہتے ہیں۔

ما تکلم ابو حنیفة ولا ابو یوسفؒ ولا زفر ولا محمد ولا احد من اصحابھم فی القرآن وانما تکلم فی القرآن بشر المریسی و ابن ابی داؤد ھؤلاء شانوا اصحاب ابی حنیفة.

نہ امام ابوحنیفہؒ نے نہ ابو یوسفؒ نے نہ زفرؒ نے نہ محمدؒ نے اور نہ ان کے ساتھیوں میں سے کسی اور نے قرآن کو مخلوق کہا۔ یہ تو بشر مریسی اور ابن ابی داوٗد کا قول ہے اور ان لوگوں نے اصحاب ابوحنیفہؒ کو بدنام کیا ہے۔ (تاریخ بغداد ج ۱۳)

حضرت مولانا عطاءاللہ صاحبؒ حنیف غیر مقلد کی رائے

مولانا عطاءاللہ حنیف ابوزہری مصریؒ کی کتاب حیات امام ابوحنیفہؒ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

صحیح یہ ہے کہ امام صاحبؒ صراحۃً قرآن کے غیر مخلوق ہونے کے قائل تھے جیسا کہ کتاب الاسماء (بیہقی) اور شرح فقہ اکبر ص ۳۱ میں (عطاءاللہ حنیف)

(حاشیہ حیات امام ابوحنیفہؒ ص ۳۳۷)

مزید لکھتے ہیں:

سارے ائمہ سلف عقیدہ خلق قرآن کو گمراہی سمجھتے تھے۔ خود حضرت امام ابوحنیفہؒ اور ان کے دونوں قابل شاگرد خلق قرآن کے عقیدہ کو کفر سمجھتے تھے۔ کتاب الاسماء والصفات (از بیہقی متوفی ۴۵۸ھ) امام ابو یوسفؒ سے بروایت ثقات مذکور ہے۔

کلمت ابا حنیفة فی ان القرآن مخلوق ام لا فاتقن علی ان من قال

القرآن مخلوق فهو کافر رواۃ ھذا کلھم ثقات. (ص ۱۸۸طبع ہند)

اور امام محمد سے منقول ہے

من قال القرآن مخلوق فلا تصل خلفه ایضًا.

(حاشیہ حیات امام ابوحنیفہ، ص ۳۴۸)

امام ابوحنیفہؒ کے کے مخالفین کو چاہیے کہ وہ یہ اعتراض کرنا چھوڑ دیں انصاف کا تقاضا تو یہی ہے۔ کیونکہ خود غیر مقلدین کے علماء کے ہاں بھی ترجیح قرآن کریم کے غیر مخلوق ہونے والے قول کو ہی ہے۔ (بحوالہ کتاب السنہ پر ایک نظر، ص ۱۳۶، ۱۳۷)

شق نمبر چہارم یعنی نماز کو دین میں سے نہ ماننے کا الزام اور اس کا جواب

جواب:

اس مسئلہ کا تعلق اصل میں اس بات سے ہے کہ نماز یا دیگر اعمال صالحہ ایمان میں داخل ہیں یا کہ نہیں۔ یہ مسئلہ علماء فقہاء محدثین متکلمین اصولیین کے درمیان اختلافی ہے۔ اور اختلاف کی اصل وجہ دلائل کا مختلف ہونا ہے۔ سب کے پاس کسی نہ کسی درجے کے دلائل موجود ہیں۔

ان کا قرآن وحدیث سے استدلال کا طریقہ درست ہے یا غلط یہ بحث الگ ہے۔ ہم یہاں پر پہلے یہ ثابت کریں گے کہ یہ مسئلہ امت کے اندر اختلافی ہے۔ یہاں پر یہ بات یاد رہے کہ اس اختلافی مسئلہ میں اہل حق کے صرف دو گروہ ہیں۔ باقی مذہب باطل ہیں چاہے وہ جہمیہ ہوں، کرامیہ ہوں، خوارج ہوں، معتزلہ ہوں، مرجیہ وغیرہ ہوں۔

اس مسئلہ میں چھ مشہور مذاہب ہیں۔

(۱) جہمیہ کے نزدیک ایمان فقط معرفت قلبی کا نام ہے۔

(۲) معتزلہ و خوارج کے ہاں ایمان امور ثلاثہ (تصدیق قلب، اقرار لسان، عمل بالجوارح) کے مجموعہ کا نام ہے۔

ان کے نزدیک اعمال صالحہ جز ایمان ہے اور مرتکب کبیرہ خارج از ایمان اور مخلد فی النار ہے۔ (پھر معتزلہ اور خوارج میں بھی اختلاف ہے)

معتزلہ "منزلة بين المنزلتين" کے قائل ہیں کہ ایمان و کفر کے درمیان ایک درجہ ہے، مرتکب کبیرہ ایمان سے تو خارج ہو گیا مگر کفر میں داخل نہیں ہوا جب کہ خوارج اس کو کافر بھی کہتے ہیں۔

(۳) مرجیہ کے نزدیک ایمان فقط تصدیق قلبی کا نام ہے۔

(۴) کرامیہ کے نزدیک ایمان فقط اقرار لسانی و ظاہری کو کہتے ہیں۔ مرجیہ اور کرامیہ دونوں اعمالِ صالحہ کو قطعاً غیر ضروری ایمان سے بالکلیہ خارج اور لاتعلق جانتے ہیں۔

(۵) حنفیہ: امام ابوحنیفہؒ اور جمہور فقہاء و متکلمین کے نزدیک ایمان فقط تصدیق قلبی کا نام ہے۔ لیکن ترک عمل سے کمال ایمان فوت ہو کر ان کے نزدیک بھی فسق لازم آجاتا ہے۔

(۶) شافعیہ: امام شافعیؒ اور جمہور محدثین کے ہاں ایمان مرکب (تصدیق بالجنان، اقرار باللسان اور عمل بالارکان) کے مجموعہ کا نام ہے۔

لیکن معتزلہ اور خوارج کی طرح نہیں بلکہ ان کے نزدیک تصدیق بالجنان اصل ہے۔ باقی دونوں جزء رکن زائد ہیں۔ یعنی وہ دونوں نہ بھی ہوں تب بھی آدمی محض تصدیق بالجنان کی وجہ سے مومن رہے گا۔ (ماخوذ البرہان فی فقہ النعمان، ص ۳۵، ترمیم و اضافے کے ساتھ)

امام ابوحنیفہؒ کے نظریہ کی کچھ تفصیل

اوپر کی وضاحت سے یہ معلوم ہو گیا کہ یہ مسئلہ اختلافی ہے اب ہم امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کی کچھ تفصیل بیان کرتے ہیں۔

مولانا محمد علی صدیقی کاندھلویؒ لکھتے ہیں:

مسئلہ ایمان اور امام اعظمؒ:

افراط و تفریط کی ان دونوں صورتوں میں کہ ایک فرقہ صرف قلبی معرفت کو ایمان کہتا ہے اور دوسرا اس کے اقرار اور اس کے مقابلے میں عمل کو بھی ایمان بتا رہا ہے۔ امام اعظمؒ نے جو راہ اختیار کی ہے وہ ایک طرف اگر قرآن و سنت کی تصریحات کے مطابق ہے تو دوسری طرف عقل کو بھی اپیل کرتی ہے اور خود انسانی وجدان بھی اسے باور کرنے میں پس و پیش نہیں کرتا ہے۔ امام اعظمؒ نے بتایا ہے کہ ایمان نام ہے ان تمام باتوں کو جو نبوت محمدیہؐ لے کر آئی ہے باور کر لینے اور ماننے اور اس کے اقرار کرنے کا۔ بتانا یہ چاہتے ہیں کہ دراصل یہاں تین چیزیں ہیں۔ دل کی تصدیق، زبان کا اقرار اور اعمال۔ تصدیق ایمان کا رکن ہے۔ اقرار شرط اور اعمال کی حیثیت مکمل اور متمم کی ہے۔ اگرچہ قرآن و سنت میں ان گنت مقام پر ایمان کا تذکرہ ہے لیکن چونکہ قرآن کا اور نبوت کا طریق تعلیم اور اسلوب بیان دونوں فطری ہوتے ہیں اس لیے وہاں ہر بات فنی اصطلاحات سے بالا ہو کر سادہ طور پر سامنے آتی ہے۔ اس ایمان کو دیکھ لیجئے جس میں دل کی تصدیق زبان کا اقرار اور اعمال سب ہی داخل ہیں لیکن ان میں ہر ایک کا مقام الگ ہے۔ دل کی تصدیق اور اعمال میں باہمی ربط۔ اقرار کی حیثیت اور پھر اعمال میں باہم مراتب کا فرق سمجھنا کس قدر مشکل ہے مگر ذات نبوت نے ان سب کو نہایت سادہ طریق پر سمجھا دیا ہے ارشاد ہے کہ **بنی الاسلام علی خمس** الخ۔ اسلام محل پانچ ستونوں پر قائم ہے محل میں چھت ہوتی ہے ستون ہوتے ہیں در و دیوار ہوتے ہیں اور ان سب کے مجموعے کا نام محل ہے پھر اس مکان کی کوئی بنیاد بھی ہے جس پر یہ پوری عمارت کھڑی ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ اتنا بڑا مکان تو آنکھوں سے نظر آتا ہے۔ لیکن بنیاد جس پر محل کی یہ عمارت قائم ہے آنکھوں سے اوجھل رہتی ہے۔ وہ زمین نیچے ہوتی ہے اسی طرح اسلام بھی ایک مجموعہ کا نام ہے اس کے بھی اجزاء ہیں اس کی بھی ایک بنیاد ہے اس کے اجزاء

میں ایسا ہی فرق ہے۔ جیسے مکان کے اجزاء میں ظاہر ہے کہ مکان کی بقاء کے لیے جس قدر ستونوں کی حاجت ہے اتنی طاق اور روشندان کی نہیں۔ اسی طرح یہاں ارکان خمسہ، اقرار شہادتین، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج اسلام کے ستون ہیں اور یہ پانچوں ستون تصدیق قلبی کی بنیاد پر کھڑے ہیں۔ جس طرح مکان کی بنیاد زمین میں مدفون ہوتی ہے ایسے ہی تصدیق بھی دل میں پوشیدہ ہوتی ہے ایک موٹی سی مثال سے صاحب نبوتؐ نے جادۂ اہل حق کیسے واضح فرما دیا اور تصدیق وعمل کے باہمی ربط اور پھر اعمال کے باہم فرق مراتب کو کس عمدگی سے سمجھا دیا ہے اس بات کو امام اعظمؒ نے علوم رسمیہ کے شیدائیوں کے سامنے رکن شرط اور مکمل کا نام لے کر پیش کیا ہے۔ چونکہ تصدیق کا معاملہ دل سے متعلق ہے اور دل کے حالات کے جاننے کا ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے اس لیے ارکان خمسہ میں سے زبان کے اقرار کو قرآن و سنت میں ضروری بتایا ہے۔ حافظ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

اسلام کے ثبوت کا دارومدار کسی ایسی چیز پر ہونا چاہیے جس کا علم یکساں طور پر سب کو ہو سکے اس لیے توحید کا زبانی اقرار ہی مسلمان ہونے کا معیار قرار دیا گیا اور اسی ایک کلمہ کو جنگ کے آغاز وخاتمہ کا مدار بنا دیا گیا۔ (کتاب الایمان: ص۱۷۲)

جب تک اقرار نہ ہو ہمارے پاس اس کا کیا ثبوت ہے کہ اس کے دل میں تصدیق موجود ہے یا نہیں۔ لہٰذا اگر ایک شخص اقرار نہیں کرتا تو ہم سمجھیں گے کہ اس کو تصدیق قلبی حاصل نہیں ہے۔ اس لیے اقرار کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ (کتاب الایمان: ص۸۸)

اسی لیے امام اعظمؒ ایمان میں دل کی تصدیق کے ساتھ زبان کے اقرار کو بھی ضروری قرار دیتے ہیں اگرچہ بعد میں آنے والے فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ اقرار کی حیثیت کیا ہے ایک جماعت رکن بتاتی ہے اور دوسری جماعت شرط قرار دیتی ہے۔ شرط ہو یا رکن، صرف تصدیق کا نام ایمان نہیں ہے اس کی پوری وضاحت امام اعظمؒ کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے جو حافظ ابو عمرو بن عبد البر نے ابو مقاتل کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ ایمان تصدیق ومعرفت کے ساتھ اسلام کے زبانی اقرار کا نام ہے۔لوگ تصدیق میں تین قسم کے ہیں کچھ زبان و دل دونوں سے مانتے ہیں، کچھ زبان سے مانتے ہیں مگر دل سے نہیں مانتے، کچھ دل سے مانتے ہیں مگر زبان سے نہیں مانتے۔ پہلا طبقہ تو اللہ اور لوگوں کے نزدیک مومن ہے۔دوسرا طبقہ عنداللہ تو مومن نہیں مگر لوگوں میں مومن ہے کیونکہ لوگوں کو دل کا حال معلوم نہیں اقرار کی بناء پر ان کے ذمہ ان کو مومن ہی کہنا ہے۔ تیسرا طبقہ اللہ کے یہاں مومن ہے مگر عندالناس کافر ہے۔

(الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الفقہاء:ص ۱۶۸)

یہاں تصدیق کے ساتھ اقرار ہی پر زور دیا ہے اور اسلامی زندگی میں اس کی اہمیت بتائی ہے اقرار کو ایمان میں کس قدر اہمیت ہے اس کا اندازہ کچھ اس واقعہ سے ہوتا ہے جو صدر الائمہ مکی نے لکھا ہے:

جہم بن صفوان آپ کے پاس آیا اور ایمان کے موضوع پر گفتگو کی بولا کہ میں آپ سے ایمان کے بارے میں کچھ پوچھنا چاہتا ہوں امام صاحبؒ نے فرمایا کہ تا حال تمہیں ایمان کا پتہ نہیں ہے بولا کہ پتہ تو ہے مگر کچھ شک ہے فرمایا کہ ایمان میں شک کا نام کفر ہے۔ بولا ذرا میری بات تو سن لیجئے فرمایا کہو بولا یہ بتایئے کہ ایک شخص جسے اللہ کی ذات کی معرفت حاصل ہے لیکن زبان سے اقرار نہیں کرتا ہے۔کیا وہ مومن ہے یا کافر؟ فرمایا کہ جب تک زبان سے اقرار نہ کرے کافر ہے۔ بولا کافر کیونکر ہو سکتا ہے اسے معرفت حاصل ہے امام صاحبؒ نے فرمایا کہ اگر تم قرآن کو خدا کی کتاب مانتے ہو اور اسے حجت بھی سمجھتے ہو تو دلائل قرآن سے دوں ورنہ غیروں کے انداز پر گفتگو کروں۔جہم بن صفوان نے کہا کہ میں قرآن کو اللہ کی کتاب مانتا ہوں۔امام صاحبؒ نے فرمایا کہ قرآن میں اللہ سبحانہ کا ارشاد گرامی ہے۔

وَ اِذَا سَمِعُوْا مَا اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰىٓ اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ... اور ... فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ

بِمَا قَالُوْا (المائدہ: ۸۲ تا ۸۵)

اس آیت میں اللہ سبحانہ نے عرفوا کے ساتھ یقولون (کہتے ہیں) اور قالوا (انہوں نے کہا) لاکر بتادیا کہ ایمان قلب وزبان دونوں سے مطلوب ہے ایک ارشاد ہے قولوا امنا بالله. ایک اور ارشاد ہے والزمهم كلمة التقوىٰ. یہاں بھی کلمة التقوىٰ سے اقرار شہادتین مراد ہے۔ ایک اور مقام پر ہے هدوا الى الطيب من القول. یہاں الطيب من القول سے توحید ورسالت کا اقرار ہی مقصود ہے۔ نیز فرمایا اليه يصعد الكلم الطيب. اور يثبت الله الذين امنوا بالقول الثابت. ان آیات میں بھی الکلم الطیب اور القول الثابت سے مراد زبان ہی کا اقرار ہے۔ یہ تو قرآن ہے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلے میں فرمایا ہے قولوا لا اله الا الله تفلحوا اس میں لا اله الا الله کہنے پر فلاح کو موقوف قرار دیا ہے۔ قرآن وحدیث کے بعد خود حدیث بھی یہی کہتی ہے کہ اگر ایمان صرف دل کی معرفت کا نام ہوتا اور اقرار کی ضرورت نہ ہوتی تو پھر ہر منکر قلبی معرفت کے بعد مؤمن ہوتا اور ابلیس کا مومنوں میں شمار ہوتا کیونکہ اسے یہ معرفت تو اللہ ہی اس کا خالق، مالک، محی اور ممیت ہے حاصل ہے اور تمام کافر بھی مومن ہونے چاہئیں کیونکہ قرآن میں ان کی معرفت کا اقرار ہے اس کے بعد متعدد قرآنی آیات پیش فرمائی ہیں۔ (المناقب: لصدر الائمہ: ص ۱۴۵ تا ص ۱۴۸)

اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام اعظمؒ اقرار کو ایمان میں رکنیت کا درجہ دیتے ہیں کیونکہ اقرار بھی ایک قسم کی تصدیق کا نام ہے۔ فرق ہے تو صرف یہ کہ ماننا دل کی اور اقرار زبان کی تصدیق ہے۔ امام اعظمؒ کے نزدیک ایمان صرف تصدیق قلبی کا نام نہیں ہے بلکہ اقرار اور التزام طاعت بھی اس کا اہم جز ہے اگر ایک شخص صرف تصدیق رکھتا ہے مگر عہد و وفاداری نہیں کرتا تو وہ مومن نہیں کہلا سکتا۔ ابو مقاتل نے امام اعظمؒ سے جو ایمان کی تعریف

نقل کی ہے اس میں اقرار کا متعلق اسلام کو قرار دیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں:

الایمان هو المعرفة والتصديق والاقرار بالاسلام. (الانتقاء، ص ۱۶۸)

''ایمان معرفت تصدیق اور اطاعت کے اقرار کا نام ہے''۔

الفقہ الاکبر میں اسلام کی حقیقت خود امام اعظمؒ نے جو بتائی ہے یہ ہے:

الاسلام هوا التسليم والانقياد لا و امر الله. (الفقہ الاکبر، ص ۳۵)

''اسلام ماننے اور احکام الٰہی کی سراپا پیروی کا نام ہے''۔

اس کا حاصل اس کے سوا کیا ہے کہ ایمان صرف تصدیق کا نام نہیں بلکہ انقیاد اور التزام طاعت بھی اس کا اہم رکن ہے جیسے تصدیق رکھ کر التزام طاعت کا عہد نہ کرنا اسلام نہیں ہے ایسے ہی صرف فرمانبرداری کا التزام رکھ کر قلب و زبان سے تصدیق کے لیے آمادہ نہ ہونا ایمان نہیں ہے۔

ایمان صرف اس صورت کا نام کہ زبان و دل تصدیق سے مراد ہوں اور اساسی دستور حیات کو اپنانے کا عزم صمیم ہو اقرار کا لفظ ایمان میں بے معنی اور بے جان نہیں ہے۔

امام اعظمؒ کے ایمان میں اس قانونی موقف نے کہ ایمان نام ہے اقرار و تصدیق دونوں کا، دونوں فرقوں کی تردید کردی، جہمیہ کی بھی اور مرجیہ کی بھی۔

ایمان کی اسی حقیقت کو امام احمد بن حنبلؒ نے اس طرح پیش فرمایا ہے۔

اہل السنہ والجماعۃ کے نزدیک مومن کی تعریف یہ ہے کہ اس کی شہادت دے کہ اللہ سبحانہ کے سوا عبادت کے لائق کوئی نہیں وہ یگانہ ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور شہادت دے کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں نیز دوسرے پیغمبر جو کچھ لائے ہیں ان باتوں کا بھی زبان سے اقرار کرے اور جو کچھ اس کی زبان کہے دل اس کا ساتھ دے ایسے آدمی کے ایمان میں کوئی شک نہیں۔ (مناقب احمد لابن الجوزی)

(بحوالہ امام اعظمؒ اور علم حدیث ص ۲۲۶ تا ۲۳۰)

اس تفصیلی وضاحت کے بعد ہم یہاں امام صاحبؒ کے کچھ دلائل بھی نقل کرتے ہیں جس سے ثابت ہوگا کہ امام صاحبؒ کا نظریہ خودساختہ نہیں بلکہ قرآن وسنت سے ماخوذ ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کے دلائل

دلیل نمبر ا:

امام ابوحنیفہؒ کے دلائل میں تمام وہ آیات وروایات ہیں جن میں ایمان کو قلب کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ اگر ایمان میں اعمال جوارح داخل ہوتے تو صرف قلب ہی کو محل ایمان کیوں کہا جاتا جیسا کہ بکثرت آیات میں محل ایمان قلب ہی کو بتلایا گیا ہے۔ جن میں سے چند آیات یہ ہیں۔

پہلی آیت:

اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ

مگر وہ شخص جو مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو۔ (سورۃ النحل:۱۰۶)

دوسری آیت:

اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ

یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا۔ (المجادلہ:۲۲)

تیسری آیت:

وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ

اور ان کے دل ایمان نہیں لائے۔ (المائدہ:۴۱)

دلیل نمبر ۲:

دلیل نمبر ۲ میں وہ تمام آیات وروایات شامل ہیں جن میں اعمال صالحہ کو ایمان سے الگ ذکر کیا گیا ہے۔ ہم یہاں پر صرف دو آیات نقل کرتے ہیں۔

پہلی آیت:

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کَانَتۡ لَهُمۡ جَنّٰتُ الۡفِرۡدَوۡسِ نُزُلًا

بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے فردوس کے باغ ان کی مہمانی ہے۔

(الکہف:۱۰۷)

دوسری آیت:

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجۡعَلُ لَهُمُ الرَّحۡمٰنُ وُدًّا

بے شک وہ ایمان لائے اور اچھے کام کیے عنقریب ان کے لیے رحمٰن محبت کردے گا۔

(مریم:۹۶)

دلیل نمبر۳:

دلیل نمبر۳ میں وہ تمام آیات وروایات شامل ہیں جن میں اہل ایمان کو توبہ وتقویٰ کا حکم دیا گیا ہے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اعمال صالحہ کے زائل ہونے کے باوجود ایمان باقی رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا تُوۡبُوۡۤا اِلَی اللّٰهِ تَوۡبَةً نَّصُوۡحًا

اے ایمان والو اللہ کی طرف ایسی توبہ کرو جو آگے کو نصیحت ہو جائے۔ (التحریم:۸)

حدیث:

ابوذرؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آپ سو رہے تھے ایک سفید کپڑا اوڑھے ہوئے پھر میں آیا تو آپ سو رہے تھے، پھر میں آیا تو آپ جاگتے تھے۔ میں بیٹھا آپ کے پاس آپ نے فرمایا جو لا الٰہ الا اللہ کہے پھر مر جاوے اسی اعتقاد پر (یعنی اللہ کی توحید پر) تو وہ جنت میں جاوے گا میں نے کہا اگرچہ وہ زنا کرے اور چوری کرے؟ تین بار ایسا ہی فرمایا چوتھی بار میں آپ نے فرمایا اگرچہ ابوذر کی ناک میں خاک لگے پھر نکلے ابوذرؓ اور وہ کہتے تھے اگرچہ ابوذر کی ناک میں خاک لگے۔

(مسلم مترجم علامہ وحید الزمان ج۱، ص۱۸۹، کتاب الایمان باب الدلیل علی ان مات الخ)

دلیل نمبر۴:

وہ تمام آیات وروایات ہیں جن میں باوجود عصیان کے ایمان کا اطلاق ہوا ہے مثلاً یہ آیت

وَاِنۡ طَائِفَتَانِ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اقۡتَتَلُوۡا فَاَصۡلِحُوۡا بَيۡنَهُمَا

اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں تو ان میں صلح کراؤ۔(الحجرات:۹)

مذکورہ بالا تمام آیات اور حدیث مبارکہ میں ایمان کا محل قلب بتایا گیا ہے اور قلب میں صرف تصدیق پائی جاتی ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ ایمان صرف تصدیق قلبی کا نام ہے۔
(ماخوذ البرہان، ص۳۵ تا ۳۷)

ناظرین ہم نے امام ابو حنیفہؒ کے مختصر دلائل یہاں پر ذکر کر دیے ہیں۔جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اعمال ایمان میں داخل نہیں ہیں اور اعمال میں نماز بھی شامل ہے جو لوگ یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ نماز ایمان میں شامل ہے وہ قرآن شریف سے ایک دلیل دیتے ہیں احناف کے ہاں اس آیت کا صحیح مفہوم کیا ہے اب ہم وہ عرض کرتے ہیں تا کہ کوئی شبہ باقی نہ رہے۔
وہ آیت یہ ہے

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيۡعَ اِيۡمَانَـكُمۡ

اور اللہ کی شان نہیں کہ تمہارا ایمان اکارت کرے۔(البقرہ:۱۴۳)

اس آیت کی تفسیر میں مولانا محمد علی صدیقی کاندھلوی حنفیؒ فرماتے ہیں۔

اس آیت کے اس فقرے مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيۡعَ اِيۡمَانَـكُمۡ میں شارحین قرآن نے ایمان سے مراد نماز لی ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ عمل کی حیثیت کیا ہے۔

دراصل ایمان و عمل بالکل دو جداگانہ عالم نہیں ہیں کہ ایک دوسرے سے متاثر نہ ہوں بلکہ دونوں کا باہم ایسا گہرا تعلق ہے کہ ہمیشہ ایک دوسرے پر عکس پڑتا رہتا ہے۔اگر اندرونی عقیدت اعمال ظاہر کو چاہتی ہے تو اعمال ظاہر اندرونی عقیدت کے لیے ممد و معاون ہوتے ہیں۔ایمان ایک عقیدہ ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ جوارح توحید خالص اور تصدیق

رسالت کی اپنے عمل سے گواہی دیں اور جب اعضا اس تقاضے کو پورا کرتے ہیں تو یہ عقیدہ اور راسخ اور تروتازہ و سرسبز ہونے لگتا ہے۔

حافظ ابن تیمیہ حسن بصریؒ سے نقل کرتے ہیں:

ایمان صرف ٹپ ٹاپ اور ولولوں کا نام نہیں بلکہ ایمان وہ ہے جو دل میں گھر کر جائے اور جس کی اعمال تصدیق کریں۔

مقصد یہ ہے کہ اعمال انسان کی کیفیات کا آئینہ ہیں اگر وہ نیک عمل کرتا ہے تو اس کی قلبی تصدیق کی دلیل ہے ورنہ اس کی بدعملی اس کی بے ایمانی کی شاہد ہو جائے گی۔

(تفسیر معالم القرآن، پارہ دوم، جلد دوم، ص ۱۰۲۔۱۰۳)

اس کی تفسیر میں بریلوی مسلک کے مفتی احمد یار خان نعیمی حنفی لکھتے ہیں:

یہاں ایمان سے مراد نماز ہے یعنی جو لوگ تبدیلی قبلہ سے پہلے فوت ہو گئے ان کی تمام نمازیں اور تمہاری بھی وہ نمازیں جو بیت المقدس کی طرف ہوئیں سب قبول ہیں۔ نماز دلیل ایمان ہے اس لیے اسے ایمان فرمایا گیا۔ (تفسیر نور العرفان، ص ۳۴)

غلط فہمی اور اس کا ازالہ:

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا معین الدین خٹکؒ فرماتے ہیں مرجیہ اور حنفیہ کے درمیان ایک بات میں اشتراک ہے کہ مرجیہ بھی کہتے ہیں کہ عمل جزو ایمان نہیں ہے اور حنفیہ بھی کہتے ہیں کہ عمل جزو ایمان نہیں ہے۔

اس بات میں حنفیہ اور مرجیہ کے درمیان اشتراک کی وجہ سے کئی محدثین ایسے ہیں کہ جو حنفیہ کو بھی مرجیہ میں شمار کر دیتے ہیں۔ (معین القاری شرح صحیح البخاری، ج ۲ ص ۴۴۔۴۵)

آگے لکھتے ہیں:

دراصل ان کو یہ غلط فہمی اس بنا پر ہوئی کہ ایک بات میں امام ابو حنیفہؒ اور مرجیہ کے مابین اشتراک ہے وہ بھی اعمال کو جزو ایمان نہیں سمجھتے اور یہ بھی نہیں سمجھتے۔ اس سطحی مشابہت کی بنا

پر انہوں نے یہ فتویٰ دے دیا کہ یہ مرجیہ میں سے ہیں۔ حالانکہ ان کو یہ سمجھنا چاہیے تھا کہ مرجیہ کے ہاں ایمان میں اعمال کی اہمیت بالکل ہے ہی نہیں۔ اور حنفیہ کے ہاں اعمال کی بہت بڑی اہمیت ہے کہ عمل صالح کا تارک مستحق عذاب ہے اور مرجیہ کہتے ہیں کہ مستحق عذاب نہیں ہے اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسا کہ معتزلہ اور خوارج اور جمہور محدثین کے درمیان ایک بات مشترک ہے کہ جمہور محدثین بھی کہتے ہیں کہ عمل ایمان کا جزو ہے اور معتزلہ اور خوارج بھی کہتے ہیں کہ عمل جوارح ایمان کا جزو ہے اس قسم کی سطحی مشابہت کی بنا پر اگر امام ابوحنیفہؒ کو مرجیہ کی طرف منسوب کر سکتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ امام بخاریؒ کا انتساب خوارج اور معتزلہ کی طرف نہ کیا جائے؟

اس لیے کہ ایک بات میں تو خوارج اور معتزلہ کے ساتھ ان کا اتفاق ہے۔ اگرچہ کئی باتوں میں اختلاف ہے تو جس طرح باوجود اس کے کہ سطحی مشابہت خوارج اور معتزلہ کے ساتھ جمہور محدثین کی موجود ہے۔ امام بخاریؒ کی موجود ہے۔ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کی موجود ہے۔ اس لیے کہ وہ بھی کہتے ہیں کہ اعمال صالحہ جزوِ ایمان ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ ہم ان کو خارجی یا معتزلی قرار نہ دیں لیکن ہم ان کو خارجی یا معتزلی نہیں سمجھتے۔ اس لیے کہ ساری باتوں میں ان کے درمیان اشتراک نہیں ہے۔ اس طرح ایک بات میں اشتراک کے نتیجے میں امام ابوحنیفہؒ کو بھی مرجیوں میں شمار نہیں کیا جا سکتا وہ مرجیہ میں سے نہیں۔

(معین القاری شرح صحیح البخاری، ج ۲ ص ۴۵۔۵۱)

اعتراض نمبر ۹:

ابو یوسفؒ قاضی

(ولادت ۱۱۳ھ، متوفی ۱۸۲ھ)

حدثنی أبو الفضل الخراسانی، حدثنا الحسن بن موسی الاشیب قال سمعت یوسف یقول: کان أبو حنیفة یری السیف، قلت: فانت؟ قال: معاذ

الله. (اسناده صحيح) (کتاب السنہ، جلد اول، ص ۱۸۲)

ترجمہ: امام حسن بن موسی نے کہا میں نے امام ابو یوسفؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا انہوں نے کہا ابو حنیفہؒ تلوار کو (امت محمدیہ) پر جائز سمجھتا تھا میں نے کہا آپ بھی تو انہوں نے کہا اللہ کی پناہ (یعنی میں امت محمدیہ پر تلوار کو جائز سمجھوں)

(الصحيفة من كلام أئمة الجرح والتعديل على ابى حنيفه ص ۷۵)

جواب:

یہ اعتراض مولانا زبیر علی زئی غیر مقلد نے بھی کیا تھا۔ اس کا جواب مولانا ظہور احمد الحسینی نے دیا ہے وہ اعتراض مع جواب کے ہم یہاں پر نقل کرتے ہیں۔ جس سے اس کا جواب خود بخود ہو جائے گا۔

۲۔ امام ابو حنیفہؒ پر مسلمانوں کے خلاف تلوار چلانے کا الزام اور اس کی حقیقت

زبیر علی زئی لکھتے ہیں:

قاضی ابو یوسف نے کہا: كان ابو حنيفة يرى السيف ابو حنیفہ (مسلمانوں میں ایک دوسرے کو مارنے کے لیے) تلوار چلانے کے قائل تھے۔ (یعنی حکمرانوں کے خلاف خروج و بغاوت کو جائز سمجھتے تھے) حسن بن موسیٰ الاعیب نے کہا کہ میں نے ابو یوسف سے پوچھا: کیا آپ بھی اس کے قائل ہیں؟ انہوں نے کہا، معاذ اللہ۔

(کتاب السنۃ لعبداللہ بن احمد، ۲۳۲ وسندہ صحیح، الحدیث، ش ۱۹، ص ۵۴)

جواب:

ذیل میں اس قول کی حقیقت ملاحظہ کریں:

کتاب السنۃ (المنسوب الی عبد اللہ بن احمد) کے صرف ایک نسخہ (نسخہ محمد بن سعید

القطانی) میں امام ابوؒحنیفہ کے خلاف اس طرح کی روایات ہیں، اس کتاب کے باقی تمام نسخے اس طرح کی بے ہودہ روایات سے خالی ہیں۔

(حاشیه کتاب السنه ج۱، ص۶۱، للشیخ مصطفی امین)

لہٰذا علی زئی کی یہ ذمہ داری بنتی تھی کہ پہلے اس نسخہ کا صحیح ہونا ثابت کرتے پھر اس کی مذکورہ روایت کو استدلال میں پیش کرتے۔

ثانیا: یہ قول بلحاظ سند بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ امام ابو یوسف سے اس قول کا ناقل حسن بن موسیٰ بن اشیب متکلم فیہ ہے۔ چنانچہ عبداللہ بن علی بن مدینیؒ (جن کا ثقہ ہونا بحوالہ مولانا ارشادالحق اثری غیر مقلد نقل ہو چکا ہے) نے اپنے والد امام علی بن مدینیؒ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (تاریخ بغداد، ج ۷، ص ۴۴۰)

حافظ ذہبیؒ نے اس کو الضعفاء میں ذکر کر کے اس کے بارے میں تصریح کی ہے کہ

واشار ابن المدینی الی لین فیه (المغنی فی الضعفاء، ج۱، ص ۲۵۸)

امام ابن المدینیؒ نے اس کے ضعیف ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔

امام یحییٰ بن معینؒ اس کو خبیث اللسان (بری زبان والا) قرار دیتے ہیں، اور اس کے بارے میں تصریح کرتے ہیں کہ

کان یقع فی اصحاب الرائی (تاریخ بغداد، ج۷، ۴۳۹)

یہ اصحاب رائے (فقہائے احناف) کے بارے میں بکواس کیا کرتا تھا۔

لہٰذا احناف کے خلاف اس کی روایت کالعدم ہے۔

نیز اس کا شاگرد ابوالفضل الخراسانی بھی غیر متعین ہے کہ یہ کون شخصیت ہیں، ثقہ ہیں یا نہیں۔

اسی طرح اس کتاب کے مؤلف امام عبداللہ بن احمدؒ (بشرطیکہ اس کتاب کی نسبت ان کی طرف صحیح ہے۔ واللہ اعلم بالصواب) ایک بدعتی فرقہ مجسمہ جو اللہ تعالیٰ کے لیے بندوں کی سی

صفات مثلاً جلوس، قعود، حرکت اور ثقل وغیرہ ثابت کرتا ہے، سے تعلق رکھتے ہیں۔

موصوف اگر چہ ایک بلند پایہ حافظ الحدیث، اور امام احمد بن حنبل جیسے امام اہل سنت کے صاحبزادے ہیں، لیکن بدقسمتی سے انہوں نے اپنے والد بزرگوار کے نقش قدم پر چلنے کی بجائے حافظ عثمان (۱) بن سعید الدارمی وغیرہ جیسے مجسمہ کے زیر اثر اس بدعتی فرقہ کو اختیار کر لیا، اور اب، اپنے والد کی وفات کے بعد یہ کتاب (کتاب السنۃ) لکھ کر سنت کے نام پر بدعات کو پھیلایا۔ اناللہ....

---

(۱) حافظ عثمان بن سعید الدارمی ایک مشہور حافظ الحدیث ہیں لیکن یہ بھی اللہ تعالیٰ کے لیے مثل بندوں کے صفات ثابت کرنے میں (جو کہ فرقہ مجسمہ کا مذہب ہے) غلو رکھتے ہیں۔ علامہ زاہد الکوثری نے ان کا خوب تعاقب کیا ہے، شیخ ناصر الدین البانی نے باوجود ایک متعصب غیر مقلد ہونے کے علامہ کوثری کے اس تعاقب کو درست قرار دیا ہے اور حافظ دارمی کے نظریہ کو غلط ثابت کیا ہے، چنانچہ البانی لکھتے ہیں:

اقول: لا شك فی حفظ الدارمی وامامته فی السنة، ولكن یبدو من كتابه الرد علی المریسی انه مغال فی الاثبات فقد ذكر فیه ماعزاه الكوثری الیه من القعود والحركة والثقل ونحوه، وذلك مما لم یرد به حدیث صحیح، وصفاته تعالی توفیقیة فلا تثبت له صفة، بطریق اللزوم مثلاً كأن یقال: یلزم من ثبوت مجیئه تعالیٰ و نزوله ثبوت الحركة، فان هذا ان صح بالنسبة للمخلوق، فالله لیس كمثله شی. (حاشیة التنكیل، ج۱، ص ۳۴۹)

میں (البانی) کہتا ہوں کہ دارمی کے حفظ اور سنت میں امام ہونے میں کوئی شک نہیں ہے لیکن ان کی کتاب "الرَّدُّ عَلَى الْمَرِيسی" سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ (اللہ کے لیے مثل بندوں کے) صفات ثابت کرنے میں غلو رکھتے ہیں، انہوں نے اپنی اس کتاب میں واقعی وہ چیزیں ذکر کی ہیں جو (علامہ) کوثری نے ان کی طرف "قعود، حرکت اور ثقل وغیرہ منسوب کی ہیں، حالانکہ اس نظریہ کی تائید میں ایک بھی حدیث صحیح وارد نہیں ہوئی، اللہ کی صفات توفیقیہ ہیں اور اللہ کے لیے کوئی بھی صفت بطریق لزوم ثابت نہیں ہوسکتی مثلاً اللہ کی محبت اور نزول سے حرکت کا ثبوت نہیں ہوسکتا، یا گرچہ مخلوق کی نسبت تو ٹھیک ہے لیکن اللہ کے مثل کوئی چیز نہیں ہے۔

چنانچہ انہوں نے اپنی اس کتاب میں (الرحمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی) کی تفسیر یہ نقل کی ہے کہ

وهل يكون الاستواء الا بجلوس.

(كتاب السنة، ص۹، طبع دار البصيرة الاسكندرية، مصر)

استواء صرف جلوس (بیٹھنے) کے ساتھ ہی تو ہوتا ہے۔ یعنی اللہ تعالی بیٹھتے بھی ہیں۔ العیاذ باللہ

اسی طرح انہوں نے (وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ) کی تفسیر ایک ضعیف حدیث سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ

انه ليقعد جل وعز فما يفضل منه الاقيدار بع اصابع، وان له اطيطًا كأطيط الرحل اذا ركب (ايضا، ص۱۵۰)

''اللہ تعالیٰ اس کرسی پر بیٹھتے ہیں تو یہ کرسی آپ سے صرف چار انگلیوں کی مقدار میں بڑھی ہوئی ہوتی ہے، اور اللہ کے بیٹھتے وقت اس سے ایسی آواز پیدا ہوتی ہے جیسے کجاوے پر بیٹھا جائے تو اس سے جو آواز پیدا ہوتی ہے۔''

اس طرح انہوں نے اس میں یہ بھی ثابت کیا ہے کہ

ان الرحمن ليثقل على حملة العرش من أول النهار اذا قام المشركون، حتى اذا قام المسبحون حفف عن حملة العرش (ايضا، ص ۲۴۷)

''بے شک رحمان (اللہ تعالیٰ) عرش کے فرشتوں پر دن کے شروع میں ثقیل (بھاری) ہو جاتے ہیں جب مشرکین (اپنے معبودوں کی عبادت کے لیے) کھڑے ہوتے ہیں یہاں تک کہ جب تسبیح پڑھنے والے کھڑے ہو جاتے ہیں تو پھر اللہ تعالی عرش کے فرشتوں کے لیے (خفیف) ہلکے ہو جاتے ہیں۔''

اس کتاب میں اس طرح کے اور بھی کئی باطل نظریات ہیں۔

اللہ تعالیٰ امام زاہد الکوثری کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے، انہوں نے اس کتاب کے عیوب کی خوب قلعی کھولی ہے۔

(دیکھئے مقالات الکوثری، ص ۲۴۵ تا ۲۵۰)

علاوہ ازیں عبداللہ بن احمد، امام اعظم کے بارے میں بہت زیادہ تعصب اور عناد رکھتے ہیں، اور اس کتاب میں انہوں نے آپ کے خلاف انتہائی بے بنیاد اور لچر قسم کی باتیں منسوب کی ہیں یہاں تک کہ آپ پر یہ بھی الزام لگا دیا کہ آپ خشکی کے خنزیر کو کھانا جائز سمجھتے تھے کہ انا اللہ...

حافظ ابن تیمیہ (م ۷۲۸ھ) ایسے دشمنان امام اعظم کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

كما ان ابا حنيفة وان كان الناس خالفوه فى اشياء وانكروها عليه فلا يستريب احد فى فقهه وفهمه وعلمه وقد نقلوا عنه اشياء يقصدون شناعة عليه وهى كذب عليه قطعا مثل مسئلة الخنزير البرى ونحوها

(منهاج السنة، ج۱، ص ۲۵۹)

"جس طرح امام ابوحنیفہ ہیں کہ اگرچہ بعض لوگوں نے کئی چیزوں میں آپ کی مخالفت کی ہے، اور آپ کی کئی چیزوں کا انکار کیا ہے، لیکن کوئی شخص بھی آپ کی فقاہت سمجھداری اور آپ کے علم کا انکار نہیں کر سکتا، بعض لوگوں نے آپ سے کئی ایسی چیزیں نقل کی ہیں جس سے ان کا مقصد آپ پر بھرائی تھوپنا ہے حالانکہ وہ باتیں آپ پر محض جھوٹ ہیں۔ مثلاً خشکی کے خنزیر کے حلال ہونے کا مسئلہ) اور دیگر اس طرح کے مسائل۔

خود علی زئی نے بھی امام صاحب کی طرف خنزیر بری کے حلال ہونے کی نسبت کو غلط قرار دیا ہے اور آپ کے بارے میں لکھا ہے کہ

کیونکہ یہ مروی ہے کہ وہ خنزیر بری کو حرام سمجھتے تھے بلکہ خنزیر بحری (ڈولفن مچھلی) بھی ان کے نزدیک بقول دمیری (متوفی ۸۰۸ھ) حرام ہے۔ (نصر الباری، ص ۱۹۹)

اس ساری تفصیل سے یہ بات آشکارا ہوگئی کہ امام احمد کے بیٹے عبداللہ ایک بدعتی فرقے مجسمہ سے تعلق رکھتے ہیں، اور امام صاحب کے بارے میں اس قدر عناد رکھتے ہیں کہ آپ کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔

جس قول کی سند اس قدر خرابیوں اور عیوب کا خزانہ ہو اس کو صحیح کہنا علی زئی جیسے لوگوں کا ہی کام ہو سکتا ہے جن کا مقصد محض امام اعظم ابو حنیفہؒ اور آپ کے اصحاب کو بدنام کرنا ہے۔

یہ کاوشیں بے سبب ہیں کیسی کدورتوں کی کچھ انتہا بھی

زبان رکھتے ہیں ہم بھی آخر کبھی تو پوچھو سوال کیا ہے

ثانیاً: اگر بالفرض اس روایت کو صحیح بھی باور کرلیں تو اس قول: "کان ابو حنیفة یری السیف" (امام ابو حنیفہؒ تلوار چلانے کو جائز سمجھتے تھے) کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ امام صاحب مسلمانوں پر تلوار چلانا جائز سمجھتے تھے۔ جیسا کہ علی زئی نے بوجہ جہالت وتعصب اس کا یہ غلط مطلب بیان کیا ہے۔ بلکہ اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ آپ مسلمانوں کو ظالم اور جابر حکمرانوں کے ظلم اور ان کی زیادتیوں سے چھٹکارا دلانے کے لیے ایسے حکمرانوں کے خلاف خروج اور اعلائے کلمۃ اللہ کو جائز سمجھتے تھے۔ چنانچہ جب بنی امیہ اور بنی عباس کے بعض ظالم حکمرانوں نے اپنی رعایا خصوصاً اہل بیت (خاندان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اور علویوں (خاندان حضرت علی المرتضیٰؓ) پر ظلم کے پہاڑ توڑے تو آپ نے ان کے خلاف خروج کو جائز سمجھا۔

مولانا عطاء اللہ حنیفؒ غیر مقلد ارقام فرماتے ہیں:

یہاں تک تو درست ہے کہ حضرت امام (ابو حنیفہؒ) کو ایک اموی خلیفہ کے خلاف زید بن علی کے خروج، یا منصور عباسی کے عہد میں بعض علویوں کے خروج سے دلی ہمدردی تھی لیکن اس سلسلے کے سارے واقعات کو سامنے رکھا جائے تو اس کی زیادہ وجہ امویوں اور عباسیوں

کے وہ لرزہ خیز مظالم تھے جو بیچارے علویوں پر توڑے جارہے تھے۔

(حاشیہ حیات حضرت امام ابوحنیفہؒ ص ۲۹۸)

شیخ عبدالرحمان معلّمی غیر مقلد لکھتے ہیں:

کان ابو حنیفة یستحب او یوجب الخروج علی خلفاء بنی العباس لما ظهر منهم الظلم. (التنکیل ج۱، ص ۹۳)

''امام ابوحنیفہ بنی عباس کے خلفاء کے خلاف خروج مستحب یا واجب اس لیے سمجھتے تھے کیونکہ ان سے ظلم ظاہر ہوا تھا۔''

نیز شیخ موصوف نے جابر حکمرانوں کے خلاف خروج کو ایک ''مجتہد فیہ'' مسئلہ قرار دیا ہے اور محققین کا اس سلسلے یہ مذہب نقل کیا ہے کہ اگر اس خروج سے ظالم حکمرانوں کے ظلم سے چھٹکارا مل سکتا ہے تو پھر خروج جائز ہے۔(ایضاً، ج۱، ص۹۵)

اور پھر اس مسئلہ میں امام صاحب ہی صرف منفرد نہیں ہیں بلکہ دیگر کئی نامور محدثین کا بھی یہی موقف ہے، چنانچہ خلیفہ منصور کے خلاف جب ابراہیم علویؒ نے خروج کیا تھا تو متعدد فقہاء اور محدثین نے نہ صرف اس خروج کو جائز کہا تھا بلکہ اس خروج میں باقاعدہ حصہ لیا تھا۔

چنانچہ امام محمد بن سعدؒ (م ۲۳۰ھ) نے ابراہیم علوی کے ترجمہ میں تصریح کی ہے کہ:

وخرج معه عیسی بن یونس ومعاذ بن معاذ وعباد بن العوام، واسحق بن یوسف الازرق، ومعاویة بن هشیم بن بشیر، وجماعة کبیرة من الفقهاء و اهل العلم. (الطبقات الکبریٰ، ج۵، ص ۴۴۰، ۴۴۱)

ابراہیم علویؒ کے ساتھ عیسیٰ بن یونسؒ، معاذ بن معاذؒ، عباد بن عوامؒ، اسحاق بن یوسف ازرقؒ، معاویہ بن ہشیم بن بشیرؒ اور فقہاء واہل علم کی ایک بڑی جماعت نے بھی خروج کیا تھا۔

حافظ ذہبیؒ بھی بحوالہ مؤرخ امام خلیفہ بن خیاط (م ۲۴۰ھ) لکھتے ہیں:

خرج مع ابراهيم هشيم و ابو خالد الاحمر، وعيسى بن يونس وعباد بن العوام، ويزيد بن هارون، وكان ابو حنيفة يجاهر فی امره ويأمر بالخروج. (العبر، ج۱، ص۱۵۵)

"ابراہیم علوی کے ساتھ (محدثین میں سے) ہشیمؒ، ابوخالد الاحمرؒ، عیسیٰ بن یونسؒ اور یزید بن ہارونؒ نے خروج کیا تھا، امام ابوحنیفہؒ بھی کھل کر اس کی حمایت کرتے تھے اور لوگوں کو اس کے ساتھ خروج کا حکم فرماتے تھے۔

لہٰذا اب اگر ظالم حکمرانوں کے خلاف خروج کی حمایت کرنے کی وجہ سے امام صاحب کے خلاف طعن وتشنیع کی جائے گی تو پھر ان فقہاء اور محدثین کے بارے میں کیا کہا جائے گا کہ جنہوں نے نہ صرف اس خروج کی حمایت کی بلکہ اس میں باقاعدہ شرکت بھی فرمائی؟

نیز اس سے پہلے صحابہ کرامؓ اور دیگر سلف صالحینؒ، ظالم حکمرانوں کے خلاف جو خروج کرتے رہے ہیں ان کے خلاف کیا حکم صادر کیا جائے گا؟

شیخ الاسلام امام ابن عبدالبر مالکیؒ (م۴۶۳ھ) ظالم حکمرانوں کے خلاف سلف صالحین کے خروج کے بارے میں لکھتے ہیں:

وبهذا خرج ابن الزبير، والحسين على يزيد وخرج اهل العراق و علمائهم على الحجاج، ولهذا خرج اهل المدينة بنی امية عنهم وقاموا عليهم، فكانت الحرة. (الاستذكار، ج۵، ص ۱۶)

حکمرانوں کے ظلم کی وجہ سے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور حضرت حسینؓ نے یزید کے خلاف اور عراق کے اہل خیر واہل علم نے حجاج کے خلاف خروج کیا، اسی طرح اہل مدینہ نے بنی امیہ کے خلاف خروج کیا، اور حرہ کا واقعہ پیش آیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م۸۵۲ھ) نے بھی حکمرانوں کے خلاف خروج کرنے والوں کی

دو اقسام بیان کی ہیں، ایک وہ جو دین کی خاطر ظالم حکمرانوں کے خلاف خروج کرتے ہیں اور دوسرے وہ جن کے خروج کا مقصد محض اقتدار کا حصول اور دنیاوی مفاد ہوتا ہے۔ چنانچہ حافظ موصوف پہلی قسم کے بارے میں لکھتے ہیں:

قسم خرجوا غضبا للدين من اجل جور الولاة و ترك عملهم بالسنة النبوية فهؤلاء اهل حق ومنهم الحسين بن علي واهل المدينة في الحرة والقراء الذين خرجوا على الحجاج. (فتح الباری، ج ۱۲، ص ۳۵۳)

پہلی قسم ان لوگوں کی ہے جو دین کی خاطر اور حکمرانوں کے ظلم اور ان کے سنت نبویہ کو ترک کرنے کی وجہ سے ان کے خلاف خروج کرتے ہیں، اور یہ اہل حق کی قسم ہے۔ اس قسم سے تعلق رکھنے والوں میں سے حضرت حسین بن علی، اہل مدینہ جو واقعہ حرہ میں شریک تھے، اور وہ قراء جنہوں نے حجاج بن یوسف کے خلاف خروج کیا تھا، بھی ہیں۔

باقی امام ابو یوسف نے سائل کے جواب میں اس خروج پر جو معاذ اللہ کہا (بشرط صحت روایت) تو وہ بھی انہوں نے اپنے زمانے کے حالات کے مطابق کہا، کیونکہ ان کے زمانہ میں خلیفہ ہارون الرشید کا دور خلافت تھا اور ان کے دور میں عدل وانصاف غالب تھا اس لیے ان کے خلاف خروج کا تو کوئی جواز ہی نہیں بنتا تھا۔ بخلاف امام صاحب کے دور میں کہ اس وقت جو ظلم برپا تھا اس کی تصدیق خود علمائے غیر مقلدین نے بھی کی ہے جیسا کہ گزر چکا ہے۔ لہٰذا دونوں کا موقف اپنی اپنی جگہ درست ہے۔

قارئین! یہ تھی اس روایت کی اصل حقیقت جس کو علی زئی نے کیا سے کیا بنا دیا۔ گویا

اتنی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا

اور پھر امام اعظمؒ کے اس مسئلہ میں مؤقف کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ

ابراہیم علویؒ کی حمایت کرنے کی پاداش میں خلیفہ منصور کے ہاتھوں زہر دیے جانے سے

آپ کی جو موت واقع ہوئی اس کو اہل علم نے شہادت کی موت قرار دیا ہے۔

چنانچہ حدیث، تاریخ اور اسماء الرجال کے مایہ ناز سپوت حافظ شمس الدین ذہبیؒ (م: ۷۴۸ھ) آپ کے تذکرے میں لکھتے ہیں:

وقدروی ان المنصور سقاه السم فاسود ومات شهيدا رحمه الله لقيامه مع ابراهيم (العبر، ج۱، ص ١٦٤)

''مروی ہے کہ منصور نے آپ کو (اس کے خلاف) ابراہیم کا ساتھ دینے کی وجہ سے زہر دیا تھا جس کی وجہ سے آپ شہادت کی موت سے سرفراز ہوئے۔ رحمہ اللہ

نیز فرماتے ہیں:

وبلغنا ان المنصور سقاه السم فاسود ومات شهيدا رحمه الله

(مناقب ابی حنیفہ وصاحبیہ ص ۳۰)

''ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ منصور نے آپ کو زہر دیا تھا جس کے اثر سے آپ شہادت کی موت پا گئے۔''

حافظ ذہبیؒ نے امام اعظمؒ کے ترجمہ میں یہ تصریح بھی کی ہے کہ:

وقيل ان المنصور سقاه السم لقيامه مع ابراهيم، فعلى هذا يكون قد حصل الشهادة وفاز بالسعادة. (تاریخ الاسلام ج ۳، ص ۹۹۶)

کہا گیا ہے کہ منصور نے امام صاحب کو زہر دیا تھا۔ اس طرح آپ کو شہادت نصیب ہوئی اور آپ مقام سعادت سے سرفراز ہوئے۔

علی زئی وغیرہ غیر مقلدین کا امام عالی مقام کے اس اقدام پر تنقید کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ ناصبی (دشمنان اہل بیت) حضرت حسین کے یزید کے خلاف اقدام جہاد کو تنقید کا نشانہ بناتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں ظالموں سے ضرور حساب لے گا۔ ان شاء اللہ۔

اعتراض نمبر۱۰:

شیخ الاسلام امام حماد بن سلمہؒ
(ولادت ۸۷ھ، متوفی ۱۶۷ھ)

حدثني محمد بن أبي عتاب الاعين حدثنا منصور بن سلمة الخزاعي قال سمعت حماد بن سلمة يلعن أبا حنيفة، قال أبو سلمة و كان شعبة يلعن أبا حنيفة. (اسناده صحيح) (کتاب السنہ، جلد اول، ص ۲۱۱)

ترجمہ: امام منصور بن الخزاعی نے کہا میں نے حماد بن سلمہ کو سنا وہ ابوحنیفہؒ پر لعنت کرتے تھے ابوسلمہ نے کہا امام شعبہ ابوحنیفہؒ پر لعنت بھیجتے تھے۔

(الصحيفة من كلام أئمة الجرح و التعديل على ابی حنیفه ص ۸۰)

جواب:

اس قول کی سند میں ایک راوی منصور بن سلمہ الخزاعی ہے اس کے متعلق میزان الاعتدال ج ۴، ص ۱۸۴ میں لکھا ہے شيخ مدني معاصر المالك لا يكاد يعرف کہ یہ شیخ مدنی ہے اور امام مالکؒ کا ہم عصر ہے اور مجہول ہے۔ اس قول کی سند میں دوسرا راوی حماد بن سلمہ ہے اگر چہ یہ ثقہ ہے مگر وہمی ہے اس کے متعلق علامہ ذہبی فرماتے ہیں له اوهام یہ وہمی آدمی ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۱، ص ۵۹۰)

اعتراض ۱۱:

شیخ الاسلام امام حماد بن سلمہ

حدثني أبي (احمد بن حنبل)، حدثنا مؤمل بن إسماعيل قال: سمعت حماد بن سلمة و ذكر أبا حنيفة فقال: إن أبا حنيفة استقبل الآثار والسنن يردها برأيه. (اسناده صحيح) (کتاب السنہ، جلد اول، ص ۲۱۰)

ترجمہ: امام مومل بن اسماعیل نے کہا میں نے حماد بن ابی سلمہ کو کہتے ہوئے سنا جب کہ وہ ابو حنیفہؒ کا ذکر کر رہے تھے تو کہا بے شک ابو حنیفہؒ کے سامنے احادیث و آثار صحابہ پیش کیے جاتے تو وہ اس کو اپنی رائے کی وجہ سے رد کر دیتا تھا۔

(الصحيفة من كلام أئمة الجرح والتعديل على ابى حنيفه ص ٨١)

جواب:

اس قول کی سند میں ایک راوی مومل بن اسماعیل ہے بعض ائمہ نے اس کی توثیق بھی کی ہے۔ مگر امام بخاریؒ نے اس کے متعلق فرمایا کہ یہ منکر الحدیث ہے، امام ابو زرعہؒ نے فرمایا اس کی حدیث میں بہت غلطیاں ہیں۔ (میزان الاعتدال ج ۴، ص ۲۲۸)

اعتراض نمبر ۱۲:

امام حماد بن زید
(ولادت ۹۸ھ، متوفی ۱۷۹ھ)

حدثني أبو معمر عن إسحاق بن عيسى الطباع قال: سألت حماد بن زيد عن أبي حنيفة فقال: إنما ذاك يعرف بالخصومة في الارجاء. (اسناده صحيح) (کتاب السنہ، جلد اول، ص ۲۰۳)

ترجمہ: امام اسحاق بن عیسیٰ الطباع نے کہا میں نے امام حماد بن زید سے ابو حنیفہؒ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا وہ صرف ارجاء میں جھگڑا کرنے میں معروف تھا۔

(الصحيفة من كلام أئمة الجرح والتعديل على ابى حنيفه ص ٨٤)

جواب:

حماد بن زید تو امام ابو حنیفہؒ کی تعریف کیا کرتے تھے ان کی طرف اس قول کی نسبت کرنا درست معلوم نہیں ہوتا۔

حماد بن زیدؒ سے امام ابو حنیفہؒ کی تعریف والے اقوال

(۱) ابو سلیمانؒ کہتے ہیں کہ میں نے حماد بن زیدؒ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں حضرت

ابوحنیفہؒ سے محبت کرتا ہوں کیونکہ جناب ایوبؒ ان سے محبت کرتے تھے۔

(اخبار ابی حنیفہؒ واصحابہ مترجم اردو ص ۱۶۶)

(۲) علامہ ابن عبد البر اندلسی مالکیؒ نے بھی یہ قول نقل کیا ہے۔ اس کے الفاظ اس طرح ہیں: واللہ انی ا حب أبا حنیفة لحبه لایوب اللہ کی قسم میں امام ابوحنیفہؒ سے محبت کرتا ہوں ان کی حافظ ایوبؒ (ایوب سختیانی مراد ہیں) کے ساتھ محبت کی وجہ سے۔

(الانتقاء فی فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء ص ۱۳۰)

علامہ ابن عبد البر اندلسی مالکیؒ نے حماد بن زیدؒ کے متعلق یہ بھی نقل کیا ہے:

روی حماد بن زید عن ابی حنیفة احادیث کثیرة

حماد بن زیدؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے کثیر احادیث روایت کی ہیں۔

(الانتقاء فی فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء ص ۱۳۰)

ان اقوال کی روشنی میں اعتراض خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔

اعتراض نمبر ۱۳:

امام حسن بن صالح

(ولادت ۱۰۱ھ، متوفی ۱۶۷ھ)

حدثنی أحمد بن محمد حدثنا یحیی بن آدم، حدثنا سفیان وشریك وحسن ابن صالح قالوا: ادرکنا أبا حنیفة وما یعرف بشیء من الفقه ما یعرف إلا بالخصومات. (اسنادہ صحیح) (کتاب السنہ، جلد اول، ص ۲۱۰)

ترجمہ: امام سفیان، امام شریک اور امام حسن بن صالح نے کہا ہم نے ابوحنیفہؒ کو پایا کہ وہ فقہ سے کسی چیز کے ساتھ مشہور نہیں تھا مگر وہ جھگڑوں کی وجہ سے مشہور تھا۔

(الصحیفة من کلام أئمة الجرح والتعدیل علی ابی حنیفه ص ۸۳)

جواب:

(۱) حسن بن صالح کوفیؒ امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد ہیں جیسا کہ عقود الجمان کے ص ۱۰۶ میں لکھا ہے کہ لقی ابا حنیفة و اخذ عنه کہ حسن بن صالحؒ نے حضرت امام ابوحنیفہؒ سے ملاقات کی ہے اور علم بھی اخذ کیا ہے۔

(۲) حسن بن صالحؒ تو اپنے استاذ کی تعریف کرتے تھے۔

علامہ عبدالبر مالکیؒ اپنی سند کے ساتھ یحییٰ بن آدمؒ ہی سے ناقل ہیں۔ یحییٰ بن آدمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حسن بن صالحؒ کو فرماتے ہوئے سنا وہ کہتے تھے

كان النعمان بن ثابت فهمًا عالمًا متشبتا في علمه اذا صح عنده الخبر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يعده الى جبيره

کہ نعمان بن ثابت سمجھدار عالم ہیں، اور علم میں مضبوط ہیں جب آپ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث ثابت ہو جاتی ہے تو پھر کسی اور طرف توجہ نہیں کرتے۔

(الانتقاء ص ۱۹۸، ۱۹۹، ومناقب ذہبی ص ۱۸)

ابی القاسم عبداللہ بن محمد بن احمد بن یحییٰ بن الحارث السعدیؒ المعروف ابن ابی العوام المتوفی ۳۳۸ھ لکھتے ہیں:

حدثني ابي قال حدثني ابي قال حدثني محمد بن احمد بن حماد قال حدثني محمد بن حماد بن المبارك قال انبا ابو هشام الرفاعي قال ثنا يحيىٰ بن آدم قال سمعت الحسن بن صالح يقول كان النعمان بن ثابت فهمًا يعلمه متشبتًا فيه اذا صح عنده الخبر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يعده الى غيره. (فضائل ابی حنیفۃ واخبارہ ومناقبہ ص ۸۶، رقم نمبر ۱۱۹)

یحییٰ بن آدمؒ کہتے ہیں کہ میں نے امام حسن بن صالحؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ نعمان بن ثابت اپنے علم کے ساتھ خوب فہم وفراست کے بھی مالک تھے۔ ہر وقت علم کے ساتھ جڑے

رہتے تھے۔ جب اُن کے پاس نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحیح حدیث آجاتی تو اُس کے علاوہ کی طرف تجاوز نہ کرتے۔

(۳) اس قول کی سند میں دوسرا شخص شریک بن عبد اللہ ہے یہ بھی کوفی ہے اور امام صاحبؒ کا شاگرد ہے محدث صالحی شامیؒ نے اپنی کتاب عقود الجمان ص ۱۱۸ پر اس کے متعلق لکھا۔ الکوفی لقی ابا حنیفة و اخذ عنه آپ کوفی ہیں اور امام ابوحنیفہؒ سے ملے ہیں اور ان سے علم بھی اخذ کیا ہے۔

شریک بن عبداللہؒ بھی اپنے استاذ کی تعریف کرتے ہیں۔

محدث ابن ابی عوامؒ لکھتے ہیں:

حدثني ابي قال حدثني ابي قال حدثني محمد بن احمد بن حماد قال محمد بن حماد بن المبارك قال حدثني ابراهيم بن نوح الموصلي حدثنا الهيثم بن جميل قال سمعت شريك بن عبد الله النخعي يقول كان ابو حنيفة طويل الصمت، دائم الفكر كبير العقل قليل محادثة الناس.

(فضائل ابی حنیفہؒ واخبارہ ومناقبہ ص ۴۸، رقم نمبر ۱۷)

ہیثم بن جمیل کہتے ہیں کہ میں نے شریک بن عبداللہ النخعی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ابوحنیفہؒ اکثر اوقات خاموش رہتے تھے۔ ہمیشہ فکرمند رہتے، بڑی عقل والے تھے۔ لوگوں کے ساتھ کم ہی بولا کرتے تھے۔

باقی رہے سفیان تو ان کا قول امام صاحبؒ کی تعریف میں پہلے گزر چکا ہے۔

اعتراض نمبر ۱۴:

امام حفص بن غیاث

(ولادت ۱۱۷ھ، متوفی ۱۹۴ھ)

حدثني إبراهيم سمعت عمر بن حفص بن غياث يحديث عن أبيه

قال كنت أجلس الى أبى حنيفة فاسمعه يفتى فى المسألة الواحدة بخمسة أقاويل فى اليوم الواحد، فلما رأيت ذلك تركته وأقبلت على الحديث.

(اسناده صحيح) (کتاب السنہ، جلد اول، ص ۲۰۵)

ترجمہ: امام حفص بن غیاث نے کہا میں ابوحنیفہؒ کی مجلس میں بیٹھتا اور ان سے مسائل سنا کرتا تھا ایک دن اس (ابوحنیفہ) نے ایک ہی مسئلہ میں پانچ مؤقف اختیار کیے جب اس کی یہ کیفیت دیکھی تو میں نے ان کی مجلس میں جانا چھوڑ دیا اور حدیث کی طرف متوجہ ہوگیا۔

(الصحيفة من كلام أئمة الجرح والتعديل على ابى حنيفه ص۸٤)

جواب:

یہ قول کسی کتاب میں عمر بن حفص کی سند سے مروی ہے اور کسی میں عمر کا ذکر نہیں ہے دوسرے اس کی سند میں جو ابراہیم ہیں یہ ابراہیم بن سعید ہیں اور یہ مختلف فیہ راوی ہے۔ تیسرے حفص کا حدیث کی طرف متوجہ ہونا ایک اچھا امر ہے۔ مگر اس میں یہ بات بالکل جھوٹ ہے کہ انہوں نے ابوحنیفہؒ کو چھوڑ دیا تھا، حالانکہ وہ ساری عمر حنفی رہے۔ ملاحظہ فرمائیں مولانا ظہور احمد الحسینی ان کے متعلق لکھتے ہیں:

۸۔ امام قاضی حفص بن غیاث نخعی کوفیؒ (م ۱۹۴ھ)

موصوف خلیفہ ہارون الرشید (م ۱۹۳ھ) کے زمانہ خلافت میں بغداد کے قاضی رہے اور بعد میں خلیفہ نے ان کو کوفہ کا قاضی مقرر کر دیا تھا۔

انہوں نے علم حدیث کی تکمیل امام ابوحنیفہؒ کے علاوہ امام ہشام بن عروہؒ، امام عاصم احولؒ، امام سلیمان تیمیؒ، امام یحییٰ بن سعید انصاریؒ، امام اعمشؒ وغیرہ اجلہ محدثین سے کی، جبکہ ان کے تلامذہ حدیث میں بڑے بڑے نامور محدثین، جیسے امام احمد بن حنبلؒ، امام اسحاق بن راہویہؒ، امام علی بن مدینیؒ، امام یحییٰ بن معینؒ اور امام ابوبکر بن ابی شیبہؒ صاحب المصنف وغیرہ بھی شامل ہیں۔ امام ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) ان کو حفاظ حدیث میں شمار کرتے ہیں اور

''الحافظ، الامام'' وغیرہ القاب سے ان کے ترجمے کا آغاز کرتے ہیں۔

امام الجرح والتعدیل حافظ یحییٰ بن معینؒ (م۲۳۳ھ) فرماتے ہیں، حفص بن غیاثؒ ''صاحب حدیث'' تھے اور فن حدیث کی ان کو معرفت حاصل تھی۔

امام عجلیؒ (م۲۶۱ھ) فرماتے ہیں، یہ ثقہ، مامون اور فقیہ تھے۔

امام وکیع بن جراحؒ (م۱۹۷ھ) سے جب کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو فرماتے، ہمارے قاضی (حفص بن غیاثؒ) کے پاس جاؤ اور ان سے یہ مسئلہ پوچھو۔

نیز امام وکیعؒ فرماتے ہیں کہ حفص بن غیاثؒ نے تین چار ہزار حدیثیں اپنے حفظ سے بیان کی تھیں۔

امام ابو حاتمؒ، امام ابن نمیرؒ اور امام محمد بن سعدؒ وغیرہ ائمہ حدیث بھی مختلف الفاظ میں ان کی توثیق بیان کرتے ہیں۔

(دیکھئے تذکرۃ الحفاظ، ج۱ ص۲۱۷، ۲۱۸، تہذیب التہذیب ج۱ ص۵۶۸، ۵۶۹)

علامہ خطیب بغدادی (م۴۶۳ھ) لکھتے ہیں:

وکان حفص کثیر الحدیث، حافظا له، ثبتا فیه، وکان ایضا مقدما عند مشائخ الذین سمع منهم الحدیث. (تاریخ بغداد، ج۸ ص۱۹۰)

امام حفص بن غیاثؒ کثیر الحدیث، حدیث کے حافظ اور روایت حدیث میں ثبت (پختہ) تھے اور جن مشائخ سے انہوں نے حدیث کی سماعت کی تھی، ان کے ہاں بھی یہ مقدم تھے۔

موصوف امام اعظمؒ ابو حنیفہؒ کے ان خاص تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں، جن پر آپ کو بہت اعتماد تھا اور جن کو آپ اپنے دل کی تسکین اور اپنے غموں کا مداوا قرار دیتے تھے۔ چنانچہ حافظ شمس الدین سخاویؒ (م۹۰۲ھ) امام حفصؒ کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

هو ابن غیاثؒ النخعی الکوفی قاضیها، بل و قاضی بغداد ایضا وصاحبؒ

الامام ابی حنیفة الذی قال له فی جماعة انتم مسار قلبی و جلاء حزنی.

(فتح المغیث فی شرح الفیۃ الحدیث، ج ۲، ص ۱۹۳)

امام حفص بن غیاث نخعیؒ کوفی، جو کوفہ اور بغداد کے قاضی تھے، یہ امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد ہیں اور آپ کے تلانذہ کی اس جماعت سے تعلق رکھتے ہیں جن کے بارے میں آپ نے فرمایا تھا تم لوگ میرے دل کی تسکین اور میرے غم کا مداوا ہو۔

حافظ عبدالقادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ) ان کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

صاحبؒ الامام من قال فیه الإمام فی جماعة انتم مسار قلبی وجلاء حزنی (الجواہر المضیئہ، ج ۱، ص ۲۲۲)

یہ امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد ہیں اور آپ کے ان تلانذہ کی جماعت میں سے ہیں کہ جن کو آپ نے اپنے دل کی تسکین اور اپنے غم کا مداوا کہا تھا۔

حافظ ابن الصلاحؒ (م ۶۴۳ھ) تحریر فرماتے ہیں:

حفص بن غیاثؒ معدود فی الطبقة الأولی من اصحاب ابی حنیفة.

(مقدمہ ابن الصلاح مع شرحہ التقیید والایضاح، ص ۲۲۱)

امام حفص بن غیاثؒ، امام ابوحنیفہؒ کے طبقہ اولیٰ کے اصحاب میں شمار ہوتے ہیں۔

حافظ سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) رقمطراز ہیں:

القاضی حفص بن غیاثؒ النخعی من الطبقة الأولی من اصحاب ابی حنیفة. (تدریب الراوی، ج ۶، ص ۵۳۷)

قاضی حفص بن غیاث نخعیؒ، امام ابوحنیفہؒ کے تلانذہ کے طبقہ اولی سے تعلق رکھتے ہیں۔

اندازہ کریں! امام حفصؒ جیسے محدث کبیر امام ابوحنیفہؒ کے طبقہ اولیٰ کے تلانذہ میں شمار ہو رہے ہیں، کیا ایسے لوگ کسی معمولی شخص کے حلقہ تلمذ میں اپنے کو شامل کر سکتے ہیں؟ مگر:

آپ بے بہرہ ہے جو معتقد میر نہیں

امام حفصؒ فرمایا کرتے تھے:

كلام أبى حنيفة فى الفقه ادق من شعر، لا يعيبه الاجاهل

(سیر اعلام النبلاء، ج ۶، ص ۵۳۷)

امام ابوحنیفہؒ کا کلام فقہ میں بال سے بھی زیادہ باریک ہے۔ اس میں عیب نکالنے والا صرف جاہل ہی ہوسکتا ہے۔

مؤرخ اسلام علامہ ابن الندیم (م ۶۶۰ھ) نے امام حفصؒ سے بہ سند متصل نقل کیا ہے کہ:

رأيت أبا حنيفة فى المنام فقلت له: اى الآراء وجدت افضل واحسن؟ قال: نعم الرأى رأى عبد الله، ووجدت حذيفة بن يمان شحيحا على دينه.

(بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب، ج ۵، ۲۱۷۷، ۲۱۷۸)

میں نے امام ابوحنیفہؒ کو خواب میں دیکھا اور اُن سے پوچھا کہ آپ نے کس کی رائے (فقہ) کو سب سے بہتر اور اچھا پایا؟ انہوں نے جواب میں فرمایا سب سے بہتر رائے حضرت عبداللہؓ (بن مسعود) کی رائے ہے اور میں نے حضرت حذیفہ بن یمانؓ کو اپنے دین پر حریص پایا ہے۔ (بحوالہ امام ابوحنیفہؒ کا محدثانہ مقام، ص ۲۴۵ تا ۲۴۸)

اعتراض نمبر ۱۵:

امام رقبہ بن مصقلہؒ

(المتوفی ۱۲۹ھ)

حدثنى أبو معمر، حدثنا ابن عيينة قال: كنا عند رقبة فجاء ابنه فقال من اين قال: من عند أبى حنيفة فقال: إذا يعطيك رأيًا ما مضغت وترجع بغير ثقة. (اسناده صحيح) (کتاب السنہ، جلد اول، ص ۱۹۱، ۱۹۲، اخرجہ تاریخ بغداد جلد ۱۳، ص ۴۴۶، وتاریخ دمشق جلد اول، ص ۵۰۶، وکتاب الضعفاء الکبیر جلد ۴، ص ۲۸۴)

ترجمہ: امام ابن عینیہ نے کہا کہ رقبہ کا بیٹا امام رقبہ کے پاس آیا تو اس نے پوچھا کہ تو کہاں سے آیا ہے تو اس نے کہا ابو حنیفہؒ کے پاس سے آیا ہوں تو اس نے کہا کہ تجھے طاقت ہے اس رائے کی جو تو چبا تا ہے اور تو اپنے اہل کی طرف بغیر ثقہ کے لوٹے گا۔

(الصحيفة من كلام أئمة الجرح والتعديل على ابى حنيفه ص ۸۶،۸۵)

جواب:

رقبہ تو امام صاحبؒ کی تعریف کرتے تھے ملاحظہ فرمائیں:

رقبہ بن مصقلہؒ سے امام ابو حنیفہؒ کی تعریف والا قول

رقبہ بن مصقلہ فرماتے ہیں:

خاض ابو حنيفة فى العلم خوضا لم يسبقه اليه احد فادرك ما اراده

ابو حنیفہؒ نے بحر علم میں اس قدر گہرا غوطہ لگایا کہ کوئی بھی ان سے سبقت نہ لے سکا پس انہوں نے جس چیز کا ارادہ کیا اسے پالیا۔ (مناقب موفق)

لہٰذا اس اعتراض کی کوئی وقعت نہیں۔

اعتراض نمبر ۱۶:

شیخ الاسلام امام سفیان بن سعید ثوریؒ

(ولادت ۹۷ھ، متوفی ۱۶۱ھ)

حدثنى محمد بن عمرو بن عباس الباهلى، ثنا الاصمعى، قال قال سفيان الثورى ما ولد مولود بالكوفة أو فى هذه الامة أضر عليهم من أبى حنيفة.

(اسنادہ صحیح) (كتاب السنه، جلد اول، ص ۱۹۵، اخرجه امام يعقوب بن سفيان فى كتاب المعرفة والتاريخ جلد۲، ص ۷۸۳، واخرجه خطيب تاريخ بغداد جلد ۱۳، ص ۴۱۹)

ترجمہ: امام سفیان ثوری نے کہا اس امت میں ابوحنیفہؒ سے زیادہ نقصان پہنچانے والا کوفہ میں کوئی شخص پیدا نہیں ہوا۔

(الصحيفة من كلام أئمة الجرح والتعديل على ابى حنيفه ص ۸۷)

جواب:

امام سفیان ثوری تو آپ کی تعریف کیا کرتے تھے۔ ملاحظہ فرمائیں

ابوالقاسم عبداللہ بن محمد المعدل نے ہمیں خبر دی کہا مکرم بن احمد نے ہم سے بیان کیا کہا عبدالصمد بن عبیداللہ لولال نے ہم سے بیان کیا وہ عبیداللہ بن ابراہیم بن قتیبہؒ سے کہا ابن نمیر نے خبر دی کہا مجھ ابراہیم بن نصر نے بیان کیا وہ اسماعیل بن حماد سے وہ ابوبکر بن عیاشؒ سے روایت کرتے ہیں ابوبکر بن عیاشؒ بیان کرتے ہیں جناب سفیان ثوری کے بھائی عمر بن سعید فوت ہو گئے تو ہم ان کی تعزیت کے لیے آئے تو دیکھا کہ ان کے اہل سے مجلس بھری ہوئی تھی جن میں عبداللہ بن ادریس بھی تھے۔ اچانک حضرت ابوحنیفہؒ اپنی ایک جماعت کے ساتھ تشریف لائے جب حضرت سفیان ثوری نے آپ کو دیکھا تو اپنی مجلس سے حرکت کی پھر کھڑے ہو کر آپ سے سے معانقہ کیا (گلے لگ کر ملے) اور آپ کو اپنی جگہ بٹھایا اور خود آپ کے سامنے بیٹھ گئے، ابوبکر (بن عیاش) کہتے ہیں مجھے ان پر غصہ آیا ابن ادریس نے کہا تجھ پر افسوس ہے کیا تو دیکھتا نہیں پس ہم بیٹھ گئے حتی کہ لوگ چلے گئے میں نے عبداللہ بن ادریس سے کہا یہاں سے مت اٹھنا یہاں تک کہ ہم جان لیں کہ اس معاملے میں حضرت سفیان ثوریؒ کے پاس کیا دلیل ہے میں نے کہا اے ابوعبداللہ (سفیان ثوریؒ) میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے ایک ایسا کام کیا جسے میں نے ناپسند کیا اور ہمارے اصحاب نے بھی ناپسند کیا آپ نے (یعنی سفیان ثوریؒ نے) کہا وہ کیا ہے میں نے کہا آپ کے پاس ابوحنیفہؒ آئے تو

آپ ان کے لیے کھڑے ہوئے اور انہیں اپنی جگہ بٹھایا اور آپ نے ان کی بہت خاطر داری کی۔ ہمارے اصحاب کے نزدیک یہ ناپسندیدہ بات ہے۔ حضرت سفیان ثوریؒ نے کہا تم نے یہ بات کیوں ناپسند کی اس آدمی (ابوحنیفہؒ) کا علم میں ایک مقام ہے۔

پھر اگر میں اس کے علم کی وجہ سے کھڑا نہ ہوتا تو اس کے بڑھاپے کی وجہ سے کھڑا ہوتا اگر اس کے بڑھاپے کی وجہ سے نہ کھڑا ہوتا تو اس کی فقہ کی وجہ سے کھڑا ہوتا اگر اس کی وجہ سے نہ کھڑا ہوتا تو اس کے تقویٰ کی وجہ سے کھڑا ہوتا ابوبکر بن عیاشؒ کہتے ہیں حضرت سفیان ثوریؒ مجھ پر چھا گئے میرے پاس اس کا کوئی جواب نہ تھا۔

(اخبار ابی حنیفہؒ واصحابہ مترجم اردو، ص ۱۶۸، ۱۶۹)

اس قول کے ہوتے ہوئے اعتراض خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔

اعتراض ۱۷:

امام شریک بن عبداللہ
(ولادت ۹۵ھ، متوفی ۱۷۷ھ)

حدثنی منصور بن أبی مزاحم قال: سمعت شریکًا یقول: ان یکون فی کل ربع من أرباع الکوفة خمار یبیع الخمر خیر من أن یکون فیه من یقول بقول أبی حنیفة. (اسنادہ صحیح)(کتاب السنه، جلد اول، ص ۲۰۳، اخرجه ابن عدی فی الکامل فی ضعفاء الرجال، جلد ۷، ص ۲۴۷۴، وابن حبان فی کتاب المجروحین جلد۳، ص ۷۳)

ترجمہ: امام منصور بن ابی مزاحم نے کہا میں نے امام شریک سے سنا وہ کہتے تھے کہ کوفہ کے ہر محلہ میں اگر شراب کا کوئی ڈپو ہو جو شراب بیچتا رہے وہ بہتر ہے اس بات سے کہ ابوحنیفہؒ کے

قول سے وہ فتویٰ دے۔

(الصحیفة من کلام أئمة الجرح والتعدیل علی ابی حنیفه ص۹۹)

جواب:

اس قول کی سند میں ایک راوی شریک بن عبداللہ ہے اس کے متعلق میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ ابن مبارکؒ نے کہا شریک کی حدیث کوئی شئی نہیں ہے۔ جوزجانی نے کہا گندے حافظے والا اور مضطرب الحدیث ہے۔ ابراہیم بن سعید جوہری نے کہا شریک نے چار سو احادیث میں غلطی کی ہے، معاویہ بن صالح نے ابن معین سے اس کا سچا ہونا اور ثقہ ہونا بیان کیا ہے۔ (میزان الاعتدال ج۲ص۲۷۰)

الغرض یہ راوی متکلم فیہ ہے بعض اس کو ثقہ کہتے ہیں اور بعض اس کو سخت ضعیف کہتے ہیں۔ ایسی سند والے قول سے امام اعظمؒ پر ایسی جرح کس طرح قابل قبول ہوسکتی ہے۔

دوسری طرف امام ابوحنیفہؒ کی رائے کے متعلق محدثین کا خیال یہ ہے امام یحییٰ بن سعید قطان فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی قسم ہم نے ابوحنیفہؒ کی رائے سے بہتر رائے کسی کی نہیں سنی اور ہم نے ان کے اکثر اقوال لیے ہیں۔ (تاریخ بغداد، ج۱۳، ص۳۴۵)

اعتراض نمبر۱۸:

امام عثمان البتی

(المتوفی ۱۴۳ھ)

حدثنی أحمد بن إبراهیم، حدثنا معاذ بن معاذ، سمعت عثمان البتی یقول ذات یوم ویل أبی حنیفة هذا ما یخطیء مرة فیصیب. (اسنادہ صحیح) (کتاب السنہ، جلد اول، ص۱۹۱)

ترجمہ: امام عثمان البتی نے کہا ابوحنیفہؒ کے لیے ہلاکت ہو نہیں وہ غلطی کرتا کہ پھر وہ اصلاح کرے۔

(الصحیفة من کلام أئمة الجرح والتعدیل علی ابی حنیفه ص۱۸۸)

جواب:

یہ عثمان البتی کا پہلے دور کا قول ہوگا بعد میں جب انھوں نے حقیقت حال معلوم کرنے کے لئے آپ کو خط لکھا اور آپ نے اس کا تفصیلی جواب دیا تو پھر آپ کے متعلق ان سے کوئی بات ایسی ثابت نہیں ہوتی۔ وہ خط مفتی عزیز الرحمٰن بجنوری نے اپنی کتاب امام ابوحنیفہؒ میں ترجمہ کر کے نقل کیا ہے وہ ہم آپ کے لیے مکمل نقل کرتے ہیں۔

مفتی صاحب لکھتے ہیں:

امام صاحبؒ پر اس اعتراف کے بعد کہ وہ ائمہ مجتہدین میں صاحب مسلک واجتہاد اور تابعی ہیں اعتراضات خواہ وہ کسی بھی قسم کے ہیں تار عنکبوت ہو جاتے ہیں اس لئے مجھے کیا ضرورت ہے کہ میں گڑے ہوئے مردے اکھاڑوں، حق یہ ہے کہ امام صاحبؒ پر اعتراضات ہی ان کے امام اعظمؒ ہونے کی دلیل ہیں۔

امام صاحبؒ نے علم کلام میں کون سی راہ اختیار کی عقائد میں ان کا کیا مسلک ہے اور اس پر بعض نے کیا اعتراضات کئے ہیں اس تفصیل میں جانے کی بجائے امام صاحبؒ کا ایک خط جو انہوں نے اپنے زمانے کے مشہور محدث عثمان بتی کے نام تحریر فرمایا تھا پیش کرتا ہوں اس خط سے جہاں امام صاحبؒ کا مسلک خود ان کے قلم سے واضح ہوگا وہاں اس زمانے کے بعض علماء کی غلط فہمیوں کی طرف اشارہ ہوتے ہوئے امام صاحبؒ پر اعتراضات کی تاریخی نوعیت بھی واضح ہو جائے گی۔

عثمان بتی امام صاحبؒ کے زمانے کے ایک مشہور محدث تھے، ان کے پاس جب امام صاحبؒ کے متعلق غلط خبریں پہنچیں تو انہوں نے امام صاحبؒ کو ایک دوستانہ خط لکھا، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ لوگ آپ کے بارے میں کہتے ہیں کہ آپ مرجیہ ہیں اور آپ کے نزدیک مومن کا ضال (گمراہ) ہونا جائز ہے اس کی کیا حقیقت ہے۔ امام صاحبؒ نے جو تفصیلی جواب دیا وہ سطور ذیل میں درج کیا جا رہا ہے۔

مکتوب امام صاحب:

ابو حنیفہؒ کی طرف سے عثمان بتی کو سلام علیک۔

میں آپ کی طرف اللہ وحدہ لا شریک کی حمد بھیجتا ہوں۔ بعد ازیں میں آپ کو تقویٰ و اطاعت خداوند تعالیٰ کی وصیت کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ حساب لینے والا اور جزا دینے والا کافی ہے۔ میری طرف جناب کا گرامی نامہ آیا، جو کچھ نصیحت آپ نے اس میں تحریر فرمایا ہے وہ میری خیر اور بھلائی کی وجہ سے ہے لیکن میرا خیال ہے کہ غالباً آپ کو میرے متعلق کہیں یہ معلوم ہو گیا ہے کہ ''میں مرجیہ ہوں'' اور میں مؤمن کو گمراہ کہنے کا قائل ہوں، اور یہ بات آپ کو بار خاطر ہے لہٰذا میں قسمیہ عرض کرتا ہوں کہ ان میں سے کچھ بھی نہیں ہے۔ حالانکہ میرا عقیدہ قرآن کریم اور دعوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب پر ہے۔ اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ میرے نزدیک بدعت ہے لہٰذا میرے اس عریضہ پر غور فرمایئے۔

اگر مجھے آپ کے متعلق یہ امید نہ ہوتی کہ آپ کو میرے اس عریضہ سے اللہ تعالیٰ کچھ نفع نہیں پہنچائے گا تو میں یہ عریضہ ہرگز نہ تحریر کرتا لہٰذا آپ نے جو رائے قائم کر لی ہے اس کو ترک کیجئے اور شیطانی وساوس سے بچئے (اللہ تعالیٰ ہماری اور آپ کی حفاظت فرمائے اور میں اس سے اپنے لئے اور آپ کے لئے حسن توفیق اور رحمت خداوندی کو مانگتا ہوں۔

میں آپ کو مطلع کرنا چاہتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پیشتر انسان مشرک تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا کہ وہ لوگوں کو اسلام کی طرف بلائیں چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی توحید کی طرف لوگوں کو دعوت دی۔ اس کا اقرار کرنے والے اسلام میں داخل ہو گئے اور مومن ہو گئے اور شرک سے بری ہو گئے اور ان کا مال جان دوسروں پر حرام ہو گیا اور مسلمانوں پر ان کا حق قرار دے دیا گیا۔ حالانکہ اس اقرار سے قبل اس معاہدے (اقرار) کے تارک کے لئے یہ حکم نہیں تھا اور اللہ کو اس کا اسلام میں داخل ہونا مقبول تھا یا قتل یا جزیہ (یعنی اسلام کی طرف بلوانے کے لئے یہ

تین شرط ہیں)

اس کے بعد یعنی اسلام لانے کے بعد مومنین پر فرائض نازل ہوئے جن پر ایمان کی حالت میں عمل کرنا ضروری قرار دیا گیا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جو ایمان لائے اور عمل صالح کیے۔

اور اس کے علاوہ مثل اس کے دوسری آیات قرآنیہ موجود ہیں جن سے ظاہر ہے کہ عمل کا ضائع کرنے والا ایمان ضائع کرنے والا (غیر مومن یا بالفاظ دیگر کافر) نہیں ہے اور اگر ایسا قرار دیا جائے گا تو بجائے ایمان کے اس کا کوئی دوسرا نام تجویز کرنا ہوگا اور ایسے لوگ حرمت وحقوق ایمان سے خارج ہو کر اپنی حالت قدیم (شرک) کی طرف لوٹ جائیں گے اور آپ اس کے فرق سے بخوبی واقف ہیں کہ لوگ ایمان میں تو مختلف المراتب نہیں ہاں عمل میں مختلف المراتب ہیں۔

معلوم ہوا کہ تمام انبیا علیہم السلام کا دین ایک ہی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ (الشوریٰ:۱۳)

تمہارے لیے اسی دین کو مقرر کیا ہے جس کی وصیت حضرت نوح علیہ السلام کو کی تھی اور جو کچھ آپ کی طرف ہم نے وحی کیا اور جس کی حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ کو وصیت کی تھی کہ دین کو قائم رکھو اور اس میں تفریق پیدا نہ کرو۔

معلوم ہوا کہ ایمان باللہ رسول کی ہدایت مثل فرائض اعمال کے نہیں ہے یعنی یہ دونوں چیزیں علیحدہ علیحدہ ہیں معلوم نہیں آپ کو یہ اشکال کہاں سے پیدا ہو گیا آپ ایک شخص کو جو فرائض سے ناواقف ہو مومن کہہ سکتے ہیں بس ایسا شخص فرائض کے لحاظ سے جاہل اور تصدیق کے اعتبار سے مومن ہے خود اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں یہ اطلاقات کیے ہیں کیا

آپ اس شخص کو جو خدا اور اس کے رسول کے پہچاننے میں گمراہ ہو اس شخص کے برابر قرار دیں گے جو مومن ہو لیکن اعمال سے ناواقف ہو اللہ تعالی نے فرائض کی تعلیم کرتے ہوئے فرمایا ہے:

اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰاهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰاهُمَا الْاُخْرٰى (الآية) (البقرہ:۲۸۲)

اگر ایک گمراہ ہو (بھول گئی ہو) تو دوسری یاد دلا دے۔

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے ارشاد فرمایا:

قَالَ فَعَلْتُهَا اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ (الآية) (الشعراء:۲۰)

جب میں نے یہ کام کیا تھا تو میں گمراہ (ناواقف) تھا۔

اس کے علاوہ اور بہت سی آیتیں ہیں جو اس دعوے کے لئے دلیل قاطعہ ہیں اور احادیث تو اور بھی زیادہ واضح ہیں۔ کیا آپ گفتگو کرتے ہوئے کہتے نہیں ہیں مومن ظالم مومن مخطی، مومن عاصی، مومن جاہل، مومن مذنب۔ یہ ہوتا ہے کہ مومن ناواقف ہے لیکن گنہگار ہے (یعنی ناواقفیت کی وجہ سے لیکن بایں ہمہ عاصی ہے) اور خطا کار ہو لیکن ایمان کی وجہ سے باہدایت ہو۔ خطا کار بھی اور گمراہ بھی ہو جب ہی تو حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے اپنے زعم باطل میں فرق کر کے اپنے والد محترم کو کہہ دیا تھا:

اِنَّ اَبَانَا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (یوسف:۸)

ہمارا باپ کھلی گمراہی میں ہے۔

یعنی اس معاملہ میں بھی وہ گمراہی میں مبتلا ہیں، نعوذ باللہ یہ آپ پر اعتراض نہیں ہے حاشا للہ آپ خود قرآن کے بڑے عالم ہیں یعنی اس تقریر سے مقصود آپ پر اعتراض نہیں بلکہ الفاظ اور معین اور حقائق کے فرض کو ظاہر کرنا مقصود ہے۔

(اور ملاحظہ فرمائیے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ امیر المومنین کے لقب سے پکارے جاتے تھے تو اس کے یہ معنی تھے کہ وہ صرف ان لوگوں کے امیر تھے جو فرائض اور اعمال کے پابند تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اہل شام کو جو ان سے لڑے

تھے) مومن کہا کیا قتل سے بڑھ کر کوئی گناہ ہے پھر جو لوگ قتل کے مرتکب ہوئے کیا آپ قاتلین، مقتولین دونوں کو برسر حق قرار دیتے ہیں۔ اگر آپ صرف ایک کو (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ اور طرفداران علی کو) برسر حق تسلیم کریں گے تو دوسرے فریق کو کیا کہیں گے اس کو خوب سمجھ لیجئے اور غور کر لیجئے کہ میرا یہ قول ہے (اہل القبانہ مومنوں) اہل قبلہ مومن ہیں۔ میں کسی فرض کے ترک کی وجہ سے کسی کو ایمان سے خارج نہیں کرتا ہوں۔ میں کہتا ہوں جس نے تمام فرائض کو ادا کیا وہ اہل جنت ہے اور جس نے ایمان وعمل دونوں کو ترک کر دیا وہ کافر اور دوزخی ہوا اور اگر کسی مومن نے کوئی فرض ترک کر دیا تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی مرضی پر موقوف ہے چاہے اس کی مغفرت کر دے اور چاہے اس کو عذاب دے۔

میں نے ابھی عرض کیا ہے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آپس کا اختلاف اللہ تعالیٰ اس سے بہتر واقف ہے اس بارے میں مجھے آپ کی رائے نہیں معلوم کہ کیا ہے اور آپ اہل قبلہ کو ترک فرائض کی وجہ سے کیا کہتے ہیں۔ میں نے جو کچھ عرض کیا وہی اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مسلک ہے اور وہی سنت ہے اور وہی فقہ ہے حضرت نافع نے بھی فرمایا ہے کہ یہی قول حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ہے اور عبدالکریم نے طاؤس سے اور انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے اور انہوں نے اپنی کتاب القضاء میں دونوں جماعتوں کو مومن کہا ہے اور یہی عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا ہے۔ اس قول کو میں نے اہل عدل سے اخذ کیا ہے۔

اگر مجھے کلام کے طویل ہونے کا خوف نہ ہوتا تو میں آپ کی تسلی خاطر کے لئے اور زیادہ بسط سے تحریر کرتا پھر اگر آپ کو شک رہے اور اہل بدع میری طرف سے آپ کو اور کوئی چیز منسوب کر کے بتلائیں تو آپ اس کی اطلاع مجھے ضرور دیں میں ان شاء اللہ اس کا جواب دوں گا۔

واللہ المستعان رزقنا اللہ منقلبا کریما وحیاۃ طیبۃ والسلام علیک

ورحمة الله وبركاته والحمد لله رب العالمين والسلام علی سیدنا محمد و اله و اصحابه اجمعین!

امام دار الہجرۃ شیخ الاسلام امام مالک بن انس

(ولادت ۹۳ھ، متوفی ۱۷۹ھ)

اعتراض نمبر ۱۹:

حدثنی أبو معمر عن الولید بن مسلم قال: قال مالك بن أنس: ایذکر أبو حنیفة ببلدکم؟ قلت: نعم، قال: ما ینبغی لبلدکم أن یسکن. (اسنادہ صحیح)

(کتاب السنہ، جلد اول، ص ۱۹۹، اخرجہ امام العقیلی فی کتاب الضعفاء الکبیر ج ۴، ص ۸۱، وابن عدی الکامل فی ضعفاء الرجال جلد ۷، ص ۲۴۷۳)

ترجمہ: امام ولید بن مسلم نے کہا کہ مجھے امام مالک بن انس نے کہا کہ تمہارے شہر میں ابو حنیفہؒ کا چرچا ہے میں نے کہا ہاں امام مالک نے کہا مناسب نہیں کہ تمہارے شہر میں سکونت اختیار کی جائے۔ (الصحیفة من کلام أئمة الجرح والتعدیل علی ابی حنیفه ص ۱۲۰)

جواب:

ہم پہلے امام مالک کے وہ اقوال نقل کریں گے جن میں امام مالک نے امام ابو حنیفہؒ کی تعریف وتوثیق بیان فرمائی ہے اس کے بعد اس جرح والے قول کے متعلق کچھ عرض کریں گے تا کہ اس کی حیثیت بھی معلوم ہو جائے۔

امام مالکؒ کے تعریفی اقوال امام ابو حنیفہؒ کی شان میں:

(۱) امام ابو عبد اللہ صیمریؒ المتوفی ۴۳۶ھ نے امام عبد اللہ بن مبارکؒ المتوفی ۱۸۱ھ سے نقل کیا ہے کہ

میں امام مالکؒ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ان کے پاس ایک صاحب تشریف لائے۔ جن کو

انہوں نے اونچی جگہ پر بٹھایا۔ جب وہ تشریف لے گئے تو اپنے طلبہ سے فرمایا تم جانتے ہو یہ کون شخص تھے؟ طلبہ نے کہا نہیں۔ فرمایا یہ امام ابو حنیفہؒ عراقی تھے۔ اگر یہ کہہ دیتے کہ یہ ستون سونے کا ہے تو وہ ایسا ہی ہو جاتا ان کو فقہ میں ایسی توفیق دی گئی ہے کہ اس میں ان کو کوئی زیادہ محنت نہیں کرنی پڑتی۔

اس کے بعد امام سفیان ثوریؒ تشریف لائے تو امام مالکؒ نے ان کو امام ابو حنیفہؒ سے کم درجہ کی جگہ پر بٹھایا۔ جب وہ چلے گئے تو فرمایا یہ امام سفیان ثوریؒ تھے اور پھر ان کے فقہ اور ورع کا ذکر کیا۔

(اخبار ابی حنیفہؒ واصحابہ، ص ۸۱، بحوالہ امام اعظم ابو حنیفہؒ کا محدثانہ مقام، ص ۳۴۴، مناقب کردری، ج ۲ ص ۳۹)

(۲) امام شافعیؒ المتوفی ۲۰۴ھ فرماتے ہیں کہ

میں نے امام مالکؒ سے پوچھا کہ آپ نے عثمان بتی کو دیکھا ہے فرمایا ہاں درمیانے درجے کے عالم تھے۔ میں نے پوچھا آپ نے ابن شبرمہ دیکھا ہے؟ فرمایا ہاں: فصیح اور عالم تھے۔ میں نے پوچھا آپ نے ابو حنیفہ کو دیکھا ہے؟ فرمایا سبحان اللہ میں نے ان جیسا شخص کوئی نہیں دیکھا۔ اللہ کی قسم اگر امام ابو حنیفہؒ کہہ دیتے کہ ستون سونے کا ہے تو وہ ضرور اپنی بات کو کسی دلیل قیاسی سے صحیح ثابت کر دیتے

(عقود الجمان ص ۱۸۶، الانتقاء ص ۱۴۶، ۱۴۷، الخیرات الحسان فصل نمبر ۱۳، الدر المنظم فی مناقب الامام الاعظم ص ۵۷، مصنف مولانا نوح آفندی المتوفی ۱۰۷۰ھ، مناقب ذہبی ص ۱۹)

(۳) امام سیوطیؒ شافعی امام دراوردی سے نقل کرتے ہیں۔

دراوردی فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کو مسجد نبوی میں عشاء کے بعد دیکھا کہ وہ آپس میں مسائل پر بحث فرما رہے تھے۔ اس طرح پر کہ نہ کسی پر کوئی طعن کرتا تھا اور نہ کوئی اعتراض یہاں تک کہ صبح کی نماز دونوں حضرات نے اسی جگہ پڑھی۔

(تبییض الصحیفہ اردو، مجموعہ شامل، سرتاج محدثین ص ۳۹۷)

(۴) صدر الائمہ امام موفق بن احمد مکیؒ المتوفی ۵۷۸ھ نقل کرتے ہیں

ایک دن امام مالکؒ سے کسی نے یہ مسئلہ دریافت کیا کہ اگر کسی شخص کے پاس صرف دو ہی کپڑے ہوں ایک پاک ہو اور دوسرا ناپاک ہو مگر اسے یقین نہ ہو کہ کون سا کپڑا پاک ہے اور کون سا ناپاک، ادھر نماز کا وقت مختصر ہوتا جا رہا ہو تو اسے کیا کرنا چاہیے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ تحری کرے (یعنی سوچ و بچار کرے) اس شخص نے عرض کی کہ میں نے امام ابوحنیفہؒ سے سنا ہے وہ فرماتے تھے ہر کپڑے کے ساتھ ایک بار نماز پڑھ لے تو امام اما لک نے اس کو پھر امام ابوحنیفہؒ کے قول پر فتوی دیا۔

(اخبار ابی حنیفہؒ و اصحابہ ص ۷۴، مناقب امام اعظمؒ اردو ص ۳۶۲، ترمیم و اضافے کے ساتھ)

(۵) صدر الائمہ امام موفق بن احمد مکیؒ المتوفی ۵۷۸ھ نقل کرتے ہیں کہ محمد بن اسماعیل ابی فدیک فرماتے ہیں کہ میں نے امام مالکؒ کو دیکھا کہ وہ امام ابوحنیفہؒ کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے جا رہے تھے جب مسجد میں پہنچے تو امام مالکؒ نے امام ابوحنیفہؒ کو آگے کر دیا میں نے امام ابو حنیفہؒ سے سنا کہ جب مسجد نبوی میں داخل ہوئے تو کہا بسم اللہ یہ امن و امان کا مقام ہے اور اللہ تعالیٰ مجھے اپنے عذاب سے پناہ میں رکھے اور دوزخ سے بچائے۔

(مناقب امام اعظم، اردو، ص ۳۲۵، عربی جلد ۲، ص ۳۴)

(۶) صدر الائمہ علامہ موفق بن احمد مکی المتوفی ۵۷۸ھ نے اپنی کتاب مناقب ابی حنیفہؒ ج ۲، ص ۳۴ میں لکھا ہے:

حدثنی اسحق بن اسرائیل سمعت محمد بن عمر الواقدی یقول کان مالك بن انس کثیرا ما کان یقول بقول ابی حنیفة وینفقده وان لم یکن یظهره.

یعنی اسحٰق بن اسرائیل جو ابوداؤد و نسائی کے شیوخ میں سے ہیں روایت کرتے ہیں کہ اسحٰق بن عمر واقدی شاگرد امام مالکؒ کہتے تھے کہ امام مالک، اکثر امام ابوحنیفہؒ کے قول کے

مطابق حکم دیتے تھے اوران کے قول کی تفحص کرتے تھے (یعنی تلاش کرتے رہتے تھے) خواہ ظاہر نہ بھی ہو۔

(۷) پھر اسی صفحہ میں اسحٰق بن محمد بن عبدالرحمٰن امیر القراء شاگرد امام مالکؒ سے اس طرح پر روایت کی ہے۔

قال كان مالك ربما اعتبر بقول ابى حنيفة فى المسائل

یعنی امام مالکؒ اکثر مسائل میں امام ابوحنیفہؒ کے قول کو معتبر سمجھے تھے۔

(۸) عبد بن وہب سے روایت ہے کہ امام مالکؒ سے کوئی مسئلہ پوچھا گیا آپ نے اس کا جواب دیا، اس پر سائل نے کہا کہ اہل شام آپ کی مخالفت کرتے ہیں اور ایسا کہتے ہیں۔ امام نے فرمایا کہ اہل شام کو ایسا مرتبہ کہاں سے حاصل ہوا حالانکہ یہ مرتبہ صرف اہل مدینہ واہل کوفہ پر موقوف ہے (یعنی مدینہ میں ہم لوگوں کو اور کوفہ میں امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب کو) (حدائق الحنفیہ ص ۱۰۴)

(۹) امام شافعیؒ نے کتاب الام ج ۷، ص ۳۴۸ میں فرمایا کہ میں نے دراوردی سے پوچھا کیا مدینہ میں کوئی اس کا قائل تھا کہ مہر ربع دینار سے کم نہ ہونا چاہیے؟ کہا نہیں! واللہ مجھے معلوم نہیں کہ امام مالکؒ سے قبل کوئی اس کا قائل ہوا ہو اور میرا خیال ہے کہ امام مالکؒ نے اس کو امام ابوحنیفہؒ سے لیا ہوگا۔ (بحوالہ مقدمہ انوار الباری شرح صحیح بخاریؒ ج ۱، ص ۱۲۷)

(۱۰) علامہ مسعود بن شیبہؒ نے امام طحاوی کی کتاب اخبار اصحاب الامام سے نقل کیا کہ دراوردی نے امام مالکؒ سے سنا فرمایا کہ میرے پاس امام ابوحنیفہؒ کے فقہ سے ستر ہزار مسائل ہیں۔ (بحوالہ انوار الباری، ج ۱، ص ۱۲۷)

(۱۱) قاضی عیاضؒ نے اوائل مدارک میں نقل کیا کہ لیث بن سعدؒ نے فرمایا میں امام مالکؒ سے مدینہ میں ملا اور کہا کہ میں دیکھتا ہوں آپ اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھ رہے ہیں؟ فرمایا ہاں۔ امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ بحث کرنے میں پسینہ آ گیا۔ اے مصری وہ بہت بڑے فقیہ ہیں۔

ناقل کہتے ہیں کہ پھر میں امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یہ شخص (امام مالک) کیسی قدر و منزلت کے ساتھ آپ کی باتوں کو قبول کرتے ہیں۔ امام صاحبؒ (یعنی امام ابوحنیفہ) نے فرمایا میں نے ان سے زیادہ جلد صحیح جواب دینے والا اور پوری پرکھ والا نہیں دیکھا۔ (بحوالہ مقدمہ انوارالباری، ج ا، ص ۱۲۷)

(۱۲) ابوالعباس احمد بن محمد بن عبداللہ بن ابی العوام نے جو اضافات اپنے دادا کی کتاب اخبار ابی حنیفہؒ پر کئے ہیں اس میں امام شافعی عن الدراوردی نقل کیا کہ امام مالکؒ امام ابوحنیفہؒ کی کتابوں کا مطالعہ کیا کرتے تھے اور ان سے استفادہ کرتے تھے۔ یہ کتاب مع اضافات مذکور مکتبہ ظاہریہ دمشق میں نمبر ۳ میں موجود ہے۔

(اقوم المسالک الکوثری، بحوالہ انوارالباری ج ا، ص ۱۲۸)

صاحبِ صحیفہ نے امام مالکؒ کا جو قول نقل کیا ہے اس قول کی سند میں ایک راوی ولید بن مسلم ہے۔ یہ راوی سخت ضعیف ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی تہذیب التہذیب میں لکھتے ہیں۔ کہ امام احمد نے کہا کہ یہ کثیر الخطاء ہے۔ اس ولید نے امام مالک سے دس احادیث ایسی بیان کی ہیں جن کی کوئی اصل نہیں ہے۔

(تہذیب التہذیب ج ٦، ص ٩٩)

مولف کی دیگر کتب

نمبر شمار	کتاب کا نام
1	ثنائیاتِ ابی حنیفہؒ
2	روایاتِ ابی حنیفہؒ (حصہ اول) مؤطا امام محمدؒ (امام ابوحنیفہؒ سے مروی گیارہ روایات)
3	روایاتِ ابی حنیفہؒ (حصہ دوم) مصنف ابن ابی شیبہؒ (امام ابوحنیفہ سے مروی بیالیس روایات)
4	روایاتِ ابی حنیفہؒ (حصہ سوم) مصنف ابن عبدالرزاقؒ (امام ابوحنیفہ سے مروی انہتر روایات)
5	روایاتِ ابی حنیفہؒ (حصہ چہارم) شرح معانی الآثار المعروف بہ طحاوی (امام ابوحنیفہ سے مروی تیرہ روایات)
6	روایاتِ ابی حنیفہؒ (حصہ پنجم) سنن دار قطنی (امام ابوحنیفہ سے مروی اٹھائیس روایات)
7	دفاعِ ابی حنیفہؒ (علامہ ابنِ جوزی کے جواب میں)
8	ثقاہتِ ابی حنیفہؒ (ابن ابی حاتم رازی کے جواب میں)
9	عقائدِ ابی حنیفہؒ (محمد جوناگڑھی کی امام محمدی کے جواب میں)
10	براۃِ ابی حنیفہؒ (ابو محمد خرم شہزاد کے رسالہ الصحیفہ کے جواب میں)
11	امام ابوحنیفہؒ اور حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہؒ (حصہ اول)
12	تحقیق حدیث حضرت علیؓ در مسئلہ رفع یدین
13	تحقیق حدیث حضرت ابوحمید الساعدیؓ در مسئلہ رفع یدین

(ملنے کا پتہ)

احسان خان

مکان نمبر C124 بلاک بہاری کالونی گوجرانوالہ

0343-4863345 ، 0332-8573411